مدیر مسئول
محمد عطاء اللہ حنیف

جماعت اہلحدیث کا ترجمان اور مسلک اہلحدیث کا داعی

جلد ۳۶ شمارہ ۴۱ — جمعۃ المبارک — ۱۹ شعبان ۱۴۰۵ھ / ۱۰ - مئی ۱۹۸۵ء

## مندرجات



شمارہ ہذا کی قیمت ۳ روپے

مجلس ادارت
حافظ صلاح الدین یوسف
علیم ناصری

معاون
محمد سلیمان انصاری

بدلِ اشتراک : سالانہ ۵۰ روپے — فی پرچہ ڈیڑھ روپیہ — ممالک غیر ۲۰ پونڈ

بشکریہ ہفت روزہ الاعتصام لاہور

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

# مدرسہ کا شجرۂ نسب

حقیقی مدرسہ کی بنیاد اور پہلے مدرسہ کی بنیاد کہاں رکھی گئی ہے، پہلے مدرسہ کی بنیاد قرطبہ اور غرناطہ میں نہیں رکھی گئی، قیروان اور قاہرہ میں نہیں رکھی گئی، دہلی اور لکھنؤ میں نہیں رکھی گئی، فرنگی محل، ندوۃ العلماء اور دارالعلوم دیوبند میں نہیں رکھی گئی، پہلے مدرسہ کی بنیاد مسجد نبوی میں رکھی گئی اور اس مدرسہ کا نام صفہ تھا۔ آپ مجھے معاف کریں۔ میں مدرسوں میں صحیح النسب مدرسہ اور عالی نسب مدرسہ اسی کو سمجھتا ہوں جس کا شجرۂ نسب صفۂ نبوی پر جاکر ختم ہو۔ اور میں اسی مسجد کو صحیح النسب سمجھتا ہوں جس کا شجرۂ نسب کعبۂ ابراہیمی پر جاکر ختم ہو اور مسجد نبوی پر ختم ہو۔ میں اس کے مقابلہ میں دوسرے الفاظ بولنا نہیں چاہتا کہ وہ مسجد کیا کہلائے گی؟ لیکن قرآن مجید نے بتا دیا ہے، ہمیں اور آپ کو کوئی نیا لقب ایجاد کرنے کی ضرورت نہیں، وہ مسجد مسجد ضرار کہلائے گی جس کا شجرۂ نسب ابراہیم و محمد علیہ السلام کی بنائی ہوئی مسجدوں پر ختم نہیں ہوتا۔

اور وہ مدرسہ، مدرسہ نہیں بلکہ انسانیت کی قتل گاہ کہلائے گا جس کا شجرۂ نسب صفۂ نبوی پر ختم نہیں ہوتا۔ مسجد نبوی پر ختم نہیں ہوتا، ابو ذرؓ و سلمانؓ پر ختم نہیں ہوتا، صدیقؓ و علیؓ پر ختم نہیں ہوتا، زید اور سیدہ عائشہؓ پر ختم نہیں ہوتا۔ ان مبلغان دین، ان ہادیان انسانیت، ان پیشوایان عالم پر ختم نہیں ہوتا جنہوں نے ہدایت کا پیغام دیا، جنہوں نے قربانی کا پیغام دیا، جنہوں نے خود نقصان اٹھا کر دوسروں کو نفع پہنچانے کا پیغام دیا کہ اپنا زیاں مقصود ہے اور اپنا زیاں گوارا ہے لیکن دوسروں کا زیاں گوارا نہیں جنہوں نے یہ پیغام دیا کہ اپنے گھر میں اندھیرا رکھ کر دوسروں کے گھروں میں روشنی کا انتظام کرو۔ اپنے پیٹ پر پتھر باندھ کر (اس لیے کہ ان کا سلسلہ انہیں پر ختم ہوتا ہے، جنہوں نے غزوۂ خندق میں پیٹ پر دو دو پتھر باندھے تھے) دوسروں کے بچوں کا پیٹ بھرنے اور ان کو کھلانے کا انتظام کرو، جنہوں نے یہ پیغام دیا کہ مدرسہ کا کام ملازمت دلانا نہیں ہے۔ مدرسہ کا کام آسامیاں بانٹنا نہیں ہے، مدرسہ کا کام ایسا پڑھا لکھا انسان بنانا جو اپنی چرب زبانی سے لوگوں کو مسحور کرلے نہیں ہے، مدرسہ کا کام قرآن سنانا ہے جب کہ دنیا میں ہر حقیقت کا انکار کیا جا رہا ہو اور یہ کہا جا رہا ہو کہ سوائے طاقت کے کوئی حقیقت ہے ہی نہیں، جب دنیا میں بلا تحاشہ ڈنکے کی چوٹ پہ کہا جا رہا ہو کہ دنیا میں صرف ایک حقیقت زندہ ہے اور سب حقیقتیں مر چکیں، اخلاقیات مر چکے، صداقت مر چکی، عزت مر چکی، غیرت مر چکی، شرافت مر چکی، خودداری مر چکی، انسانیت مر چکی، صرف ایک حقیقت باقی ہے اور وہ نفع اٹھانا اور اپنا کام نکالنا ہے، وہ ہر قیمت پر عزت بیچ کر، شرافت بیچ کر، ضمیر بیچ کر، اصول بیچ کر، خودداری بیچ کر صرف چڑھتے سورج کا پجاری بننا ہے۔ اس وقت مدرسہ اٹھتا ہے اور اعلان کرتا ہے کہ انسانیت مری نہیں ہے۔ اس وقت مدرسہ اعلان کرتا ہے کہ نقصان میں نفع ہے، ہار جانے میں جیت ہے۔ بھوک میں وہ لذت ہے جو کھانے میں نہیں۔ اس وقت مدرسہ یہ اعلان کرتا ہے کہ ذلت بعض مرتبہ وہ عزت ہے جو بڑی سے بڑی عزت میں نہیں اس وقت مدرسہ اعلان کرتا ہے کہ سب سے بڑی طاقت خدا کی طاقت ہے، سب سے بڑی صداقت حق کی صداقت ہے۔ یہ ہے مدرسہ کا کام اور اگر مدرسہ یہ کام چھوڑ دے اور دنیا کے سارے کام کرنے لگے تو مدرسہ مدرسہ کہلانے کا مستحق نہیں

ہفت روزہ
# الاعتصام
لاہور

فون نمبر الاعتصام
۵۴۴۶۰
جلد — ۳۶
شمارہ — ۱۸

فون نمبر محمد عطاء اللہ حنیف اربٹش
۶۲۴۷۶
۱۹ شعبان ۱۴۰۵ھ
۱۰ مئی ۱۹۸۵ء


## کچھ زیرِ نظر اشاعتِ خصوصی کے بارے میں

● الاعتصام کی زیرِ نظر اشاعت غیرارادی طور پر ایک خصوصی اشاعت کی صورت اختیار کر گئی ہے۔ صورت اس کی یہ بنی کہ رجب ۱۴۰۵ھ (مئی ۱۹۸۵ء) کے ماہنامہ "بیّنات" (کراچی) میں یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کا تجویز کردہ "آرڈی ننس برائے قیام مدرسہ بورڈ" نظر سے گزرا۔ اس کا مسودہ کسی اخبار میں شائع نہیں ہوا۔ ہمارے علم کی حد تک صرف مذکورہ ماہنامے میں ہی شائع ہوا ہے۔

اس کے ساتھ ہی "بیّنات" میں "وفاق المدارس العربیہ" کی قرارداد اور "مدیر بینات" کا تبصرہ بھی شائع ہوا ہے، جن میں مجوزہ آرڈی ننس کے خلاف جذبات کا اظہار کیا گیا ہے۔ اور اسے دینی مدارس کی آزادی و خودمختاری اور ان کی تاریخی خصوصیات کے خلاف قرار دیا گیا ہے۔

● علاوہ ازیں اسی اشاعت میں "بیّنات" کے فاضل مدیر نے آج سے چار سال قبل کی بھی ایک قرارداد اور ادارتی تبصرہ شائع کیا ہے۔ جب کہ دینی مدارس کے نصاب وغیرہ پر غور و بحث اور اس کی ترتیبِ نو کے لئے ایک قومی کمیٹی کا قیام عمل میں آیا تھا جس میں اہل حدیث، دیوبندی، شیعہ اور بریلوی علماء بھی شامل تھے۔ اس کمیٹی کی سفارش پر وزارتِ تعلیم نے دینی مدارس کے لئے سفارشات مرتب کی تھیں جسے مذکورہ دیوبندی تنظیم نے ایک قرارداد کے ذریعے مسترد کر دیا تھا۔ ہم نے بھی ان دنوں، جب کہ قومی کمیٹی برائے دینی مدارس کے اجلاس ہو رہے تھے اور دینی مدارس، ان کا نصاب اور ان کے مسائل وغیرہ زیرِ بحث تھے، اپنی رائے کا اظہار "الاعتصام" کے ادارتی کالموں میں کر دیا تھا۔ اسے حسنِ توارد ہی کہنا چاہیے کہ علمائے دیوبند نے ۱۹۸۰ء میں دینی مدارس کے تحفظ و بقا کے سلسلے میں جو موقف اختیار کیا، وہی موقف "الاعتصام" میں تقریباً ڈیڑھ سال قبل اختیار کیا گیا تھا ؎

متفق گردید رائے بوعلی با رائے من

● لیکن یہ بات باعثِ تعجب ہوئی کہ "بیّنات" کے فاضل مدیر نے اپنے تبصرے میں اہل حدیث کے ردِّ عمل سے بے خبری کا اظہار فرمایا۔ ہو سکتا ہے کہ اخبارات میں ردِ عمل کے شائع نہ ہونے کی وجہ سے مدیر موصوف بے خبر رہے ہوں۔ تاہم الاعتصام میں ردِ عمل ان کے ردِّ عمل سے پہلے شائع ہو گیا تھا۔ اس لیے یہ خیال آیا کہ "الاعتصام" کے پرانے اداریے کو دوبارہ شائع کر دیا جائے تاکہ ایک مشترکہ دینی موقف کے سلسلے میں ایک متفقہ رائے نقطۂ اتحاد اور راہِ عمل اربابِ حل و عقد،

منتظمین مدارس اور دیگر متعلقہ حضرات کے سامنے آجائے۔ چنانچہ "بینات" میں شائع شدہ قراردادیں اور تبصرے بھی شاملِ اشاعت کر لیے گئے۔

● اسی سلسلے میں مجوزہ آرڈی ننس کا مسودہ، وزارتِ تعلیم کی تعلیمی و تنظیمی سفارشات اور قومی کمیٹی کی سفارشات برائے بہتری و بہبود دینی مدارس بھی اس اشاعت کی زینت ہیں۔ کیونکہ مدارِ بحث یہی آرڈی ننس اور سفارشات ہیں، اس لئے ان کا متن بھی غور و بحث کے دوران سامنے رہنا ضروری ہے۔ اسی طرح قومی کمیٹی برائے دینی مدارس کی رپورٹ کا بابِ چہارم بھی نقل کر دیا گیا ہے۔ جس سے دینی مدارس کی وہ خصوصیات اُجاگر ہوتی ہیں جو ان کا مقصدِ وجود ہیں۔ اور جس سے علمائے دین کے اُس موقف کی تائید و تصدیق ہوتی ہے کہ دینی مدارس حکومتوں کے دائرۂ اختیار و اقتدار سے باہر اور ان کی مشروط امداد و تعاون سے آزاد رہنے چاہئیں کیونکہ اس کے بغیر وہ اپنا دینی کردار ادا نہیں کر سکیں گے۔

● دینی مدارس کے نصاب میں تبدیلی صرف اربابِ حکومت ہی نہیں، بہت سے مخلص اصحابِ مدارس بھی چاہتے ہیں۔ نصاب میں یہ بنیادی تبدیلی، چاہے اس کے پیچھے کتنے ہی مخلصانہ جذبات ہوں تاہم دینی مدارس کے اصل مقاصد سے مناسبت نہیں رکھتی، اس لئے اس موضوع پر بھی بعض مضامین شاملِ اشاعت کر دیئے گئے ہیں۔ حضرت الاستاذ المحترم مولانا محمد عطاء اللہ حنیف حفظہ اللہ، جسٹس مولانا محمد تقی عثمانی صاحب کے مضمون اور مولانا ابوالحسن علی ندوی کا ایک اقتباس اور مولانا محمد اسحاق جلیس ندوی مرحوم کے مضمون میں علامہ اقبال کا اقتباس بطورِ خاص قابلِ مطالعہ ہیں۔

● اس مقام پر ایک پہلو کی وضاحت کر دینی بھی مناسب معلوم ہوتی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ بعض مضامین میں دینی مدارس کے نصاب میں تبدیلی کی تائید بھی کی گئی ہے، جب کہ اس اشاعتِ خصوصی کا مدعا یہ ہے کہ مدارس کے نصاب میں تبدیلی مدارسِ دینیہ کے اصل مقاصد کے لئے سخت نقصان دہ ہے۔ اس سلسلے میں عرض یہ ہے کہ نصاب میں تبدیلی کی دو صورتیں ہیں۔

ایک تبدیلی کی صورت یہ ہے کہ ان کا نصاب معمولی سے فرق کے ساتھ سکول، کالج اور یونیورسٹی والا کر دیا جائے۔ اور ان کی ڈگریاں بھی میٹرک، ایف اے، بی اے اور ایم اے کے برابر ہوں اور ان کے ڈگری یافتہ اصحاب سرکاری اداروں میں ملازمتیں کر سکیں۔

دوسری تبدیلی کی صورت یہ ہے کہ عصرِ حاضر کے فتنوں، تحریکوں اور ازموں کو سمجھنے کے لیے دینی مدارس کی صرف آخری کلاسوں میں بعض ضروری جدید علوم کی تدریس کا انتظام بھی کیا جائے تاکہ ایک طرف دینی علوم کی تحصیل میں کوئی رخنہ نہ پڑے (جیسا کہ پہلی صورت میں یہ متوقع ہی نہیں، یقینی ہے) اور دوسری طرف علماء زیادہ مؤثر انداز اور زیادہ بہتر طریقے سے عصرِ حاضر کے فتنوں کا مقابلہ اور اسلام کا دفاع کر سکیں۔

پہلی تبدیلی کا مقصد اور نتیجہ علماء کے دینی کردار کا خاتمہ اور دینی مدارس کے مقصدِ وجود کی نفی ہے۔ دینی مدارس کے نصاب میں تبدیلی کی مخالفت اور اس کی وجہ محض اور محض یہی ہے اور حکومت کی سفارشات، نصاب میں ایسی ہی بنیادی تبدیلی کی غماز ہیں۔

دوسری تبدیلی کا مقصد علمائے کرام کے کردار کو زیادہ مؤثر اور مفید بنانا ہے۔ اور اس کے علماء حامی ہیں، جس طرح کہ آپ اس میں درج بعض مضامین میں اس تبدیلی کی تجویز دیکھیں گے۔

● بہرحال یوں غیر متوقع طور پر یہ ایک خاص نمبر بن گیا ہے۔ اُمید ہے کہ اہلِ علم و فکر بالعموم اور اربابِ مدارس اور اصحابِ اختیار و اقتدار بالخصوص پوری توجہ اور سنجیدگی سے ان پہلوؤں کا جائزہ لیں گے جو اس نمبر کے مضامین میں نمایاں ہیں اور اس کی روشنی میں دینی مدارس کے سلسلے میں صحیح فیصلہ کریں گے۔ اس موقع پر ہم مرکزی جمعیت اہلِ حدیث پاکستان کی قیادت اور اس کے ماتحت وفاق المدارس (اہلحدیث) کے منتظمین سے

بھی عرض کریں گے کہ وہ بھی اس سلسلے میں سوچ بچار کا اہتمام کریں۔ اور متفقہ طور پر اپنے فیصلے اور لائحہ عمل کا تعین کریں اور دینی مدارس کے تحفظ و بقاء کے لیے اپنی کوششیں بروئے کار لائیں ـــــ اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو اور اپنی مرضیات کی توفیق سے نوازے۔

وما علینا الا البلاغ المبین (ص، ی)

## مولانا حبیب الرحمٰن یزدانی کے بچے کا انتقال

۲۸ اپریل ۱۹۸۵ء کو جماعت اہل حدیث کے ممتاز خطیب اور عالم دین مولانا حبیب الرحمٰن یزدانی کے اکلوتے بچے کا انتقال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اس بچے کے انتقال کی خبر جماعت کے ہر رکن اور مولانا موصوف کے ہر عقیدتمند اور بہی خواہ کے لیے نہایت روح فرسا اور جاں گسل تھی۔ یہ واقعہ یوں بھی حیرت ناک تھا کہ موت سے چند گھنٹے پہلے تک بھی کسی کو بچے کی کسی بیماری یا اچانک حادثے کا علم نہیں تھا۔ اس لئے اس خبر نے ہر صاحب دل کو مضمحل کر دیا ـــــ مولانا یزدانی کا یہ بچہ چھ بچیوں کے بعد ان کے ہاں تین سال پیشتر پیدا ہوا تھا تو اس وقت ان کے ہاں زندگی کی نئی لہر دوڑ گئی تھی۔

گزشتہ اگست میں مولانا پر کاموں کی میں قاتلانہ حملہ کیا گیا۔ جس کے باعث آپ ایک مدت تک ہسپتال میں صاحب فراش رہے۔ مگر لبفضل ایزدی اس سانحہ جانکاہ سے بچ نکلے جس پر پوری جماعت اور تمام احباب و اعزہ تشکر و امتنان الٰہی بجالاتے۔

اور اب ـــــ پھر ان پر غم و الم کا ایک پہاڑ ٹوٹ پڑا ہے۔ جس کا کوئی مداوا نہیں۔ کوئی نہیں جانتا کہ اس حکمت الٰہیہ کا پس منظر یا پیش منظر کیا ہے ـــــ بس یہی سمجھ میں آتا ہے کہ یہ رضائے رب قدیر ہے۔ جس کے سامنے سر تسلیم ہی خم کرنا پڑتا ہے ـــــ راقم الحروف اور محترم حافظ صلاح الدین یوسف صاحب ۳۰ اپریل کو کامونکے پہنچے تو مولانا موصوف کو صبر و استقامت کا پیکر جمیل پایا۔ اگرچہ قلب مضطر کی غمناکیاں اور جگر سوزاں کی الم انگیزیاں ان کے چہرے پر لمحہ بھر کے لیے جھلک جاتی تھیں مگر ان کی زبان پر نہ کوئی شکوہ سرائی تھی نہ آہ و فغاں کی بے قراری۔ وہ اپنے مولائے کائنات اور خالق شش جہات کی رضا پر سکون و صبر کی تصویر بنے ہوئے تھے ـــــ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ان کو اس صدمۂ جانکاہ کو برداشت کرنے کی قوت سے بہرہ ور رکھے اور اس نقش اول سے بہتر نقش ثانی سے متمتع فرمائے۔

العین تدمع والقلب یحزن ولا نقول الا ما یرضی به ربنا (او کما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

مولانا کے ہاں اس سانحے کا جو پس منظر معلوم ہوا وہ اپنی سنگینی کے اعتبار سے اور بھی دلدوز اور نتائج و عواقب کے لحاظ سے تشویش انگیز تھا۔ پتہ چلا کہ ایک شقی القلب جو مولانا کے درپردہ دشمنوں کا پروردہ تھا ایک معالج کی صورت میں نمودار ہوا۔ اور ایک ہمدرد و غمگسار ڈاکٹر بن کر مولانا کو زہریلی دوائیں پلا پلا کر ختم کرنے پر مامور ہوا۔ مولانا پر تو اس نے ابھی اپنا کوئی حربہ نہیں آزمایا تھا کہ بچے کو صحت مند کرنے کے لئے اس نے گلوکوز لگایا ـــــ اس کا یہ عمل اتنا سفاکانہ اور جاہلانہ تھا کہ بچہ اسے برداشت نہ کر سکا اور فوت ہو گیا ـــــ اس شخص نے اپنے آپ کو ایم بی بی ایس ظاہر کیا تھا مگر بچے کی موت کے بعد جب اس پر تھوڑی گرفت کی گئی تو اس نے یہ بیان دے دیا کہ وہ ایک جانے پہچانے دشمن کا آلہ کار ہے اور واقعی ڈاکٹر نہیں ہے۔ یہ شخص اب پولیس کی تحویل میں ہے اور تفتیش جاری ہے اس لئے اس پہ مزید کچھ معروضات پیش کرنا قبل از وقت ہے۔ لہٰذا ہم پولیس اتھارٹیز سے گزارش کرتے ہیں کہ وہ اس کیس کی نہایت عادلانہ اور غیر جانبدارانہ طور پر تفتیش کر کے مجرم کو کیفر کردار تک پہنچائے۔ اور اس قسم کے نام نہاد ڈاکٹروں (ڈاکوؤں) کا قلع قمع کرے۔ اور اس شخص کی سرپرستی کرنے والے ہاتھوں کو گرفت میں لے کر قرار واقعی سزا کا اہتمام کرے۔ (ع۔ ن)

"قومی کمیٹی برائے دینی مدارس" کی رپورٹ کا ایک باب

# دینی مدارس بہ عہدِ برطانیہ

## "برطانوی ماہرینِ تعلیم کی دینی مدارس کے متعلق رائے

اٹھارھویں صدی عیسوی کے وسط سے ایسٹ انڈیا کمپنی کا اقتدار بڑھتا گیا۔ لیکن کمپنی مسلمانوں کے نظامِ تعلیم میں کوئی ترمیم نہ کر سکی۔ اس وقت تک اعلیٰ حکومتی مناصب پر مسلمان فائز تھے۔ مشہور انگریز مصنّف ڈاکٹر ہنٹر نے اپنی کتاب "ہمارے ہندوستانی مسلمان" میں اسلامی نظامِ تعلیم پر ان الفاظ میں تبصرہ کیا ہے۔

"مسلمان اس طریقۂ تعلیم سے اعلیٰ قابلیت اور دنیوی تربیت حاصل کرتے تھے۔ ہم اپنے دورِ حکومت کے پچھلے پچھتر سال میں انتظامِ ملک کی خاطر اسی طریقۂ تعلیم سے متواتر فائدہ اٹھاتے رہے اس دوران ہم نے اپنا طریقۂ تعلیم بھی رائج کرنا شروع کر دیا تھا۔ پھر جونہی ایک نسل اس نئے طریقے کے تحت پیدا ہو گئی ہم نے مسلمانوں کے پرانے طریقے کو خیرباد کہہ دیا جس سے مسلمان نوجوانوں پر ہر قسم کی سرکاری زندگی کا دروازہ بند ہو گیا"

ملک کی زبان فارسی تھی۔ اور عدالتوں میں فقہ اسلامی کے مطابق فیصلے ہوتے تھے۔ لہٰذا کمپنی نے اسی قدیم طرزِ تعلیم کے مطابق ۱۷۸۱ء میں کلکتہ مدرسہ قائم کیا۔ ۱۷۹۲ء میں سر چارلس گرانٹ نے جدید انگریزی تعلیم کی ابتداء کی۔ اس نے کمپنی کے ڈائریکٹروں کے لیے ایک رپورٹ مرتب کی جس میں کہا گیا کہ ابتداء میں ذریعہ تعلیم ہندوستانی زبان ہو۔ اور بتدریج انگریزی کو رواج دیا جائے۔ جس طرح مسلمانوں کے عہد میں فارسی کو بتدریج عروج حاصل ہوا۔

برصغیر پاک و ہند میں انگریزی نظامِ تعلیم کا اصل موجد لارڈ میکالے تھا جس نے ۱۸۳۴ء میں اپنی کوشش سے انگریزی تعلیم کا اجراء منظور کرایا، اپنے نظامِ تعلیم کے حق میں اس نے حسب ذیل دلائل پیش کیے۔

"انگریزی تعلیم حکومت کا فرض ہے۔ انگریزی زبان ہندوستانیوں کے لیے مغرب کے ترقی یافتہ اور وسعت پذیر علوم کا دروازہ کھول دے گی اور ایک زمانہ آئے گا کہ ہندوستان مغربیت کا جامہ اختیار کر لے گا اور یہ قوی امید ہے کہ ایسا طبقہ پیدا ہوگا جو خون اور رنگ کے اعتبار سے ہندوستانی مگر خیالات اور تمدن میں انگریز ہوگا"

۱۸۳۴ء میں عدالتوں سے فارسی کو خارج کیا گیا اور ۱۸۴۹ء سے حکومت کی پالیسی میں واضح تبدیلی پیدا ہوئی۔ ملازمتوں میں انگریزی دان امیدواروں کو ترجیح دی جائے گی۔ نئی تعلیمی پالیسی کی غرض و غایت بھی یہی تھی کہ مغربی علوم اور افکار کے ذریعے ہندوستانیوں میں مغربی تہذیب و تمدّن کو ترقی دی جائے۔

اسلامی نظامِ تعلیم کو ختم کرنے کے لئے انگریزوں نے صرف مذکورہ بالا اقدامات ہی نہیں کئے بلکہ براہِ راست ذرائع بھی اختیار کئے۔ بنگال میں مسلمانوں کے اوقاف ضبط کر لیے گئے۔ اور ان اوقاف کی آمدنی کا تقریباً اسّی ہزار روپیہ سالانہ دوسری قوموں کی تعلیم پر صرف ہوتا تھا۔ اس ضبطی کے متعلق ڈاکٹر ہنٹر لکھتا ہے۔

"اس حقیقت کو چھپانے سے کیا فائدہ کہ مسلمانوں کے نزدیک اگر ہم (انگریز) اس جائداد کو جو اس نے مصرف کے لئے ہمارے قبضہ میں دی گئی تھی، ٹھیک ٹھیک استعمال کرتے تو بنگال میں ان (مسلمانوں) کے پاس آج بھی نہایت اعلیٰ اور شاندار تعلیمی ادارے موجود ہوتے"

ہنٹر مزید لکھتا ہے:۔

"سینکڑوں پرانے خاندان تباہ ہو گئے اور مسلمانوں کا تعلیمی نظام جس کا دار و مدار ان معافیات پر تھا بالکل تہ و بالا ہو گیا۔ مسلمانوں کے تعلیمی ادارے اٹھارہ سال کی مسلسل لوٹ کھسوٹ کے بعد یک قلم مٹ گئے"

اسلامی نظامِ تعلیم کے خلاف انگریزوں کی معاندانہ پالیسیوں

کا نتیجہ ہنٹر ان الفاظ میں بیان کرتا ہے۔

"کلکتہ میں مشکل سے کوئی دفتر ایسا ہو گا جس میں بجز چپڑاسی یا چیٹھی رساں یا دفتری کے مسلمان کو کوئی نوکری مل سکے"

اس بے سرو سامانی کے عالم میں مسلمانوں نے اپنے نئے سفر کا آغاز کیا۔

## موجودہ دینی مدارس کے قیام کا تاریخی پس منظر

انگریزوں نے ایک سوچی سمجھی سکیم کے تحت سلاطینِ دہلی اور سلاطینِ مغلیہ کے عہدوں میں قائم ہونے والے دینی مدارس اور ان کے مصارف و اخراجات کے لیے قائم کردہ اوقاف و وظائف کو ختم کیا اور ان کی جگہ انگریزی نظامِ تعلیم کو رواج دیا۔ اب مسلمانوں کے پاس نہ حکومت تھی نہ سلطنت، نہ دولت نہ ذرائع دولت۔ مزید یہ کہ وہ حکمرانِ وقت کے دشمنوں میں سرِ فہرست تھے۔ ان حالات میں مسلمانوں کا واحد سہارا اللہ تعالےٰ کی ذات اور اس کی بھیجی ہوئی تعلیمات تھیں۔ چنانچہ مسلمانوں نے اسی ذاتِ لازوال پر بھروسہ کر کے اس کے بھیجے ہوئے دینِ حق کی حفاظت اور مسلمانوں میں اس کی تبلیغ و اشاعت کے لیے نئے سلسلہ دینی مدارس کے قیام کا آغاز کیا۔ علماء اسلام نے توکلاً علی اللہ درختوں اور دیواروں کے سائے تلے اور رختہ و خراب حجروں میں قال اللہ و قال الرسول کی صدا بلند کی اور ان پیکرانِ علم و عرفان اور زہد و تقویٰ کے حلقہ تلامذہ میں صرف، نحو، قرآن، حدیث، فقہ و کلام کی تعلیم و تدریس کا سلسلہ شروع ہوا اور جگہ جگہ یہ حلقہ ہائے تعلیم و تعلّم دینی مدارس کی شکل اختیار کرنے لگے۔ دینی مدارس کے عہدِ نو کی بنیاد علماء کے علم و زہد، مخیر حضرات کے عطیات اور دیندار مسلمان زمینداروں اور تاجروں کے دیہی و شہری اور ... پر رکھی گئی۔ اس طرح یہ دینی ادارے حکومت کی مالی اعانت اور سرپرستی کے بغیر اسلام کی روحانی و اخلاقی اور دینی قوت کے بھروسے چلتے رہے۔

دینی مدارس نے مستقل مالی اور مادی ذرائع آمدن کے فقدان کے باوجود ملتِ اسلامیہ کی عظیم الشان خدمات انجام دیں۔

مسلمانوں کا ملی تشخص انہی کی بدولت قائم رہا اور وہ انگریز اور ہندو کی دوہری معاندت کے باوجود بالآخر پاکستان جیسا عظیم ملک قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے۔"

(رپورٹ قومی کمیٹی برائے دینی مدارس باب چہارم ص ۴۱ تا ۴۴) شائع کردہ۔ وزارتِ مذہبی امور حکومتِ پاکستان۔ اسلام آباد ۱۹۷۹ء

## مولانا عبید اللہ انور صاحب کا انتقال

جمعیت علمائے اسلام پاکستان کے امیر مولانا عبید اللہ انور ۲۸ اپریل ۱۹۸۵ء کو انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مولانا کے پیٹ میں تکلیف تھی جس کا میو ہسپتال لاہور میں اپریشن کیا گیا۔ مگر انتڑیوں میں پیچیدگی کے باعث مولانا اس اپریشن سے جانبر نہ ہو سکے — یہ ان کی وفات کا مقررہ وقت تھا۔ فَاِذَا جَاءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ (الاعراف ۳۴) کے مصداق وہ اپنے وقت پر جہانِ فانی سے جہانِ باقی کو رحلت فرما گئے ہیں — جس سے کسی ذی روح کو مفر نہیں۔

مولانا موصوف شیخ القرآن مولانا احمد علی رحمۃ اللہ تعالےٰ کے فرزند ارجمند تھے۔ اُن کی وفات کے بعد انہوں نے مسند جانشینی سنبھالی اور دیوبندی مکتبۂ فکر کے سربرآوردہ علماء میں شمار ہوئے۔ مولانا دین کے ساتھ ساتھ سیاست میں بھی حصہ لیتے رہے۔ اور جمعیت العلمائے اسلام کی ایک طویل عرصے تک قیادت فرمائی۔ ... وفات سے جہاں جمعیت العلمائے اسلام ایک عظیم قائد سے محروم ہوئی وہاں علمائے پاکستان میں سے بھی ایک ہر دلعزیز شخصیت اٹھ گئی جن کی یاد تادیر تازہ رہے گی۔ ہم اللہ تعالےٰ کے حضور مولانا مرحوم کی ... مغفرت اور بلندیٔ درجات کی دعا کرتے ہیں اور ان کے جانشینوں سے دینی خدمات میں ان کی زندگی سے سبق حاصل کرنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی توقع رکھتے ہیں۔ (ادارہ "الاعتصام")

# قومی کمیٹی کی تجاویز وسفارشات برائے بہتری و بہبود کا خلاصہ

۱ ۔ حکومت کی طرف سے دینی مدارس کے لیے عمارات اور اراضی کا انتظام کرنا ۔

۲ :۔ پانی ، بجلی اور سوئی گیس رعایتی نرخوں پر مہیا کرنا ۔

۳ :۔ دینی مدارس کے لیے حسب ضرورت فرنیچر کا انتظام کرنا ۔

۴ :۔ جدید مضامین بالخصوص سائنسی مضامین کی تدریس و تعلیم کے لیے دینی مدارس میں سائنسی تجربہ گاہیں قائم کرنا اور ان میں سائنسی سامان مہیا کرنا ۔

۵ :۔ دینی مدارس کے ابتدائی ، متوسط اور اعلیٰ درجات کے لئے "تدریسی کٹ" مہیا کرنا ۔

۶ :۔ کالج یونیورسٹی کی طرح دینی مدارس میں مختلف درجات کے لئے "بک بینک" قائم کرنا ۔

۷ ۔ غیر ملکی نصابی کتب کی "مقامی طبع ثانی" سکیم کے تحت وہ کتابیں جو دینی مدارس میں موجود نہ ہوں اور ان کے پانچ صد یا زیادہ نسخے درکار ہوں ، انہیں چھپوا کر لاگت قیمت پر مدارس کو مہیا کرنا ۔

۸ :۔ جو نصابی کتب یا کتب حوالہ اندرون ملک دستیاب نہ ہوں اور پانچ صد سے کم تعداد میں مطلوب ہوں وہ "نیشنل بک فاؤنڈیشن" سکیم کے تحت سکولوں ، کالجوں ، یونیورسٹی کی طرح رعایتی نرخوں پر درآمد کر کے دینی مدارس کو مہیا کرنا ۔

۹ :۔ نئے مضامین کی تدریس کے لئے تختہ سیاہ ، نقشے اور چارٹس وغیرہ مہیا کرنا ۔

۱۰ :۔ عالم اسلام کے خصوصی نقشے اور اٹلس تیار کروانا ، جن میں مسلمانوں کے ماضی اور حال کے جغرافیائی ، معدنی ، زرعی اور سیاسی حالات اور دینی اور ثقافتی مراکز پر معلومات ، آبی گزرگاہیں تجارتی راستے اور دیگر ضروری کوائف درج ہوں اور وہ دینی مدارس کو مفت فراہم کرنا ۔

۱۱ ۔ عمارات کی مرمت و توسیع ، اساتذہ کے مشاہروں اور سہولتوں ، طلباء کے وظائف اور سہولتوں ، فرنیچر ، کتب اور دیگر ضروریات میں حکومت کا کسی قسم کی مداخلت کے بغیر اعانت کرنا مدارس کو دی گئی رقوم کو انکم ٹیکس سے مستثنیٰ قرار دینا اور دینی مدارس کو دی گئی زکوٰۃ حکومت کو دی گئی تصور کرنا ۔

۱۲ :۔ رہائشی اسکیموں میں اراضی مختص کرتے وقت دینی مدارس کے اساتذہ و عملہ کے لیے جگہ مختص کرنا ۔

۱۳ :۔ سینٹرل اوورسیز ٹریننگ سکیم" کے تحت "قومی ادارہ برائے دینی مدارس پاکستان" کو بیرون ملک اساتذہ کی اعلیٰ تعلیم و تربیت کے لیے یونیورسٹی کی طرح مؤثر نمائندگی دینا ۔

۱۴ ۔ دینی مدارس کے طلبہ کے لیے حکومت کا وظیفہ مقرر کرنا ۔

۱۵ :۔ جو انعامی وظائف بورڈ یا یونیورسٹی کے طلباء کو دیئے جاتے ہیں ۔ دینی مدارس کے طلباء کو بھی دینا ۔

۱۶ :۔ "قومی ادارہ برائے دینی مدارس" کی سفارش پر بیرون ملک اعلیٰ تعلیم کے لیے دینی مدارس کے طلبہ کو وظائف دینا ۔

۱۷ :۔ "قومی ادارہ برائے دینی مدارس" کے امتحانات میں سب سے زیادہ نمبر حاصل کرنے پر یونیورسٹی کی طرح "قائد اعظم اسکالرشپ" دینا ۔

۱۸ :۔ "قومی ادارہ برائے دینی مدارس" پاکستان کے درجہ عالیہ میں سب سے زیادہ نمبر حاصل کرنے والے طالب علم کو ثانوی تعلیمی بورڈ میں اول آنے والے طالب علم کی طرح "نشان حیدر اسکالرشپ" دینا ۔

۱۹ :۔ شریعت فیکلٹی اسلام آباد یونیورسٹی میں داخلہ کے لئے

دینی مدارس کے درجہ عالیہ یا اس کے مساوی استعداد کو ضروری قرار دینا۔

۲۰۔ سرکاری سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں کے طلباء کو جو سہولتیں حاصل ہیں وہی سہولتیں اور مراعات دینی مدارس کے طلبہ کو بھی دینا۔

۲۱۔ ہسپتالوں اور یونانی شفاخانوں میں دینی مدارس کے اساتذہ وطلبہ کو داخلے اور علاج معالجہ کی سہولتیں دینا۔

۲۲۔ دینی مدارس کے سند یافتگان کو ملازمت کے مساوی مواقع حاصل ہونا۔

۲۳۔ مختلف تعلیمی اداروں میں داخلوں اور سرکاری وغیر سرکاری دفاتر میں ملازمتوں کے اشتہار دیتے وقت مطلوبہ قابلیت کے ضمن میں میٹرک، بی اے، ایم اے کے ساتھ قومی ادارہ کی سندات بالترتیب الشہادۃ المتوسطہ، الشہادۃ العالیہ اور شہادۃ التخصص کا اندراج کرنا۔

۲۴۔ اوقاف اور فوج کی مساجد کے خطباء کی آیندہ تقرری کے لیے کم از کم "قومی ادارہ برائے دینی مدارس پاکستان" کی درجہ عالیہ کی سند کا شرط ہونا۔

۲۵۔ خطابت کے فرائض انجام دینے کے لیے درجہ عالیہ کے سند یافتہ کو خصوصی تربیت کے بعد قومی تنخواہ کا چودھواں سکیل دینا۔

۲۶۔ سکولوں، کالجوں میں دینیات اور عربی کے مضامین پڑھانے کے لیے دینی مدارس کے درجہ عالیہ یا درجہ تخصص کے فاضلین کو ترجیح دینا۔

۲۷۔ وزارت مذہبی امور اور محکمہ اوقاف کی ملازمتوں نیز دیگر دفاتر میں مذہبی اور شرعی عہدوں پر تقرر کے وقت "قومی ادارہ برائے دینی مدارس پاکستان" کے سند یافتگان کو ترجیح دینا۔

(ملخص از "رپورٹ قومی کمیٹی برائے دینی مدارس" صفحہ ۱۰۱ - ۱۰۹)

# آرڈی ننس برائے قیام مدرسہ بورڈ

## تجویز کردہ: یونیورسٹی گرانٹس کمیشن

اس وقت مختلف مسالک کی اپنے فکر کے مدارس پر مبنی وفاق اور تنظیمیں قائم ہیں۔ مذکورہ وفاقوں اور تنظیموں میں وفاق المدارس العربیہ (دیوبندی) تنظیم المدارس (بریلوی) وفاق المدارس (اہلحدیث) اور وفاق المدارس (شیعہ) شامل ہیں، جو کہ اپنے اپنے ملحقہ مدارس کے آخری درجے کے امتحان کا انعقاد کرتے ہیں۔ اور وفاق/تنظیم کی جانب سے سند جاری کرتے ہیں۔ مگر ایک بڑی تعداد ایسے مدرسوں کی ہے جن کا الحاق کسی وفاق یا تنظیم سے نہیں اور وہ اپنی اسناد خود جاری کرتے ہیں۔

یونیورسٹی گرانٹس کمیشن نے ابتداءً چاروں مذکورہ بالا وفاق/تنظیم کی اسناد شہادۃ العالیہ فی العلوم العربیہ والاسلامیہ کو ایم اے (اسلامیات عربی) کی ڈگری کے مساوی قرار دیا تاکہ فاضلین مدارس تعلیمی اداروں میں ملازمت حاصل کر سکیں۔ بعدازاں کچھ انفرادی مدارس کی اسناد کی معادلت بھی کی گئی۔ مگر ان اسناد کے معیار اور معتبر ہونے کے بارے میں بے شمار شکوک و شبہات وقتاً فوقتاً ظاہر کئے گئے۔ یونیورسٹی گرانٹس کمیشن نے ان معاملات میں مندرجہ ذیل شرائط بطور پیش بندی عائد کیں۔

۱۶ سالہ نصاب کی ضمانت

مختلف مرحلوں پر اسناد کا اجراء

سند پر درجات اور دیگر کوائف کا اندراج وغیرہ

بایں ہمہ ملک میں ایک ایسے ادارے کی ضرورت ایک عرصے سے شدت سے محسوس کی جا رہی تھی جو تمام مسالک کے مدارس، وفاقوں اور تنظیموں کے درمیان رابطے کا کام دے اور یکساں بنیاد پر مختلف درجات کے امتحانات کا انعقاد کرے۔ اور اسناد جاری کرے۔

نگران کمیٹی برائے دینی مدارس قائم کردہ یونیورسٹی گرانٹس کمیشن نے جس میں تمام مکاتب فکر کے نمائندہ علماء شامل ہیں، اپنے اجلاس منعقدہ ۱۳ فروری ۱۹۸۵ء میں متفقہ سفارش کی کہ:-

ایک خود مختار ادارہ قائم کیا جائے جو کہ دینی مدارس کے امتحانات کا انعقاد، نتائج کا اعلان اور اسناد کا اجراء جیسے امور انجام دے اور اس کو ملک میں کسی بھی وفاق/تنظیم یا انفرادی مدرسہ کے الحاق کا اختیار ہو۔ اس کے قیام سے تمام مسائل جو اس وقت دینی مدارس کو درپیش ہیں بشمول سندات کی معادلت، نصاب کا معیار وغیرہ حل کرنے میں مدد ملے گی۔

ہرگاہ کہ یہ انتہائی ضروری ہے کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے تمام دینی مدارس اپنی انفرادی آزادی، خودمختاری اور تقدس کو قائم رکھتے ہوئے مداخلت سے محفوظ ایک قانونی نظام میں منظم ہو کر تعلیم کے ایک ایسے مشترک معیار کو قائم کریں جو یکساں نصاب تعلیم، امتحانات، ذہنی و علمی قابلیت کے درجات پر مشتمل ہو اور جس کی بنیاد پر ایسی سندیں، ڈگریاں، سرٹیفکیٹ اور ڈپلومے دیئے جا سکیں، جو اپنی علمی وجاہت، مضامین کی درجہ بندی اور افادیت میں پاکستان کی یونیورسٹیوں اور دیگر امتحانی اداروں کے معیار کے مطابق ہوں نیز دینی مدارس کے طلباء کو وہی حقوق و مراعات حاصل ہوں جو عام نظامِ تعلیم کے طلباء کو میسّر ہیں۔

اور ہرگاہ کہ فاضلین دینی مدارس جو اعلیٰ قابلیت اور اہلیت کے حامل ہوتے ہیں انہیں قومی نظامِ حیات کے جملہ

شعبہ جات میں دہی حقوق و مراعات حاصل ہوں جو عام نظام تعلیم کے فاضلین کو حاصل ہیں۔

اور ہرگاہ کہ صدر اسلامی جمہوریہ پاکستان مطمئن ہیں کہ ایسے سازگار حالات اور اجتماعی ملت موجود ہے کہ ان اغراض و مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے فوری اقدام کئے جائیں۔ لہٰذا ان اختیارات کی رُو سے جو اعلان ۵ جولائی ۱۹۷۷ء اور قوانین عامہ کے جاری رہنے کے احکام ۱۹۷۷ء اور چیف مارشل لاء ناظم کے حکم نمبر ۱۹۷۷ء اور جملہ حاصل شدہ اختیارات کی رُو سے جو صدر اسلامی جمہوریہ پاکستان کو حاصل ہیں، صدر کے حکم سے مندرجہ ذیل آرڈی ننس جاری کیا جاتا ہے۔

۱۔ مختصر عنوان و اجراء

(الف) اس آرڈی ننس کو "دینی مدارس بورڈ آرڈی ننس ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵ء" کے نام سے منسوب کیا جائے گا۔

(ب) یہ آرڈی ننس پورے ملک میں فوری طور پر نافذ ہوگا۔

۲۔ تصریحات

اس آرڈی ننس میں مندرجہ ذیل الفاظ و تراکیب کے معنی بجز آنکہ وہ آرڈی ننس کی کسی دفعہ یا تصریح کے نقیض ہوں، یہ ہوں گے

(الف) بورڈ

"بورڈ" سے مراد دینی مدارس پاکستان ہے جو اس آرڈی ننس کے تحت قائم کیا گیا ہے اور جس کو آرڈی ننس میں لفظ "بورڈ" سے موسوم کیا گیا ہے اور جس کو آرڈی ننس میں لفظ "بورڈ" سے موسوم کیا جائے گا۔

(ب) صدر

"صدر" سے مراد صدر دینی مدارس بورڈ پاکستان ہے۔

(ج) نائب صدر

"نائب صدر" سے مراد نائب صدر دینی مدارس بورڈ پاکستان ہے۔

(د) معتمد (سیکرٹری)

"معتمد" سے مراد وہ معتمد مراد ہے جسے بورڈ اس آرڈیننس کے تحت متوقع کرے۔

(ر) کمیشن

کمیشن سے مراد یونیورسٹی گرانٹس کمیشن ہے۔

(ذ) حکومت سے مراد

حکومت سے مراد وفاقی حکومت پاکستان ہے۔

(س) وفاق (تنظیم)

وفاق (تنظیم) سے مراد ایسا ادارہ ہے جو ایک مسلک کے مختلف دینی مدارس پر مشتمل ہے اور قانون کے مطابق رجسٹرڈ ہے۔

(و) مدارس ملحقہ

"مدارس ملحقہ" سے مراد وہ مدارس دینیہ و عربیہ ہیں جن کا مختلف وفاق (تنظیم) کے ساتھ بورڈ کے ضوابط کے تحت الحاق ہو۔

(ط) ضوابط

"ضوابط" سے مراد وہ ضابطے ہیں جو اس آرڈیننس کے تحت بورڈ منظور کرے اور جن کا تعلق ان معاملات سے ہو جو اس آرڈی ننس کے ضوابط کے تحت طے کئے جانے قرار پائیں۔

(ظ) قواعد

"قواعد" سے مراد وہ قواعد ہیں جو بورڈ ایسے معاملات کے متعلق طے کرے جو اس آرڈی ننس کے تحت طے کئے جانے قرار پائیں۔

۳۔ بورڈ کا تقرر

(الف) بورڈ برائے دینی مدارس پاکستان ایک خودمختار ادارہ ہوگا جسے قانونی حیثیت قائمہ حاصل ہوگی اور اسے دائمی وراثت اور توثیقی مہر رکھنے کے اختیارات اور اسی نام سے قانونی چارہ جوئی کرنے یا قانونی چارہ جوئی کے خلاف دفاع کے حقوق حاصل ہوں گے۔

(ب) حکومت جس قدر جلد ممکن ہوگا اس آرڈی ننس کے نفاذ کے بعد بورڈ کا قیام عمل میں لائے گی۔

ہیئت ترکیبی

بورڈ کی ہیئت ترکیبی حسب ذیل ہوگی

(الف) عہدے دار

۱۔ صدر

یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کا چیئرمین بلحاظ عہدہ بورڈ کا صدر ہوگا۔

۲۔ نائب صدر

نائب صدر چاروں وفاق (تنظیم) سے ہر سال باری باری شق نمبر ۴ (ب) (۴) کے تحت آنے والے ارکان سے بورڈ مقرر کرے گا۔

۳۔ معتمد (سیکرٹری)

معتمد کا تقرر بورڈ صدر کے مشورے سے کرے گا۔

(ب) ارکان

(۴) چاروں وفاق (تنظیم) کے ناظمین

(۵) دو ماہر تعلیم جن کا تقرر بورڈ کرے گا۔

(۶) معتمد وزارت تعلیم یا ان کا نمائندہ جس کا رتبہ جائنٹ سیکرٹری سے کم نہ ہو۔

(۷) معتمد وزارت مذہبی و اقلیتی امور یا ان کا نمائندہ جس کا رتبہ جائنٹ سیکرٹری سے کم نہ ہو۔

(۸) یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کا نمائندہ جس کا رتبہ ممبر کمیشن سے کم نہ ہو۔

(۹) اسلامی یونیورسٹی کا ایک نمائندہ جسے رئیس الجامعہ نامزد کریں گے جس کا عہدہ نائب صدر یا ڈین سے کم نہ ہو۔

(۱۰) ایک نمائندہ ایڈمنسٹریٹر جنرل زکوٰۃ بورڈ جس کا رتبہ جائنٹ سیکرٹری سے کم نہ ہو۔

(ج) ارکین کے ناموں کا اعلان یونیورسٹی گرانٹس کمیشن بذریعہ نوٹیفکیشن کرے گا۔

۵۔ قواعد و شرائط برائے ارکین بورڈ

(الف) باستثناء ارکین بلحاظ عہدہ، ارکین کی مدت رکنیت دو سال کے لیے ہوگی۔

(ب) بلحاظ عہدہ مقرر شدہ ارکین اپنا عہدہ چھوڑنے کے بعد رکن نہ رہیں گے۔

(ج) کسی رکن کی موت، استعفیٰ یا اخراج کی وجہ سے رکنیت کی جگہ خالی ہونے کی صورت میں اسے آرڈیننس کی شرائط کے مطابق پُر کیا جائے گا اور یہ رکنیت بقیہ مدت کے لئے متصور ہوگی۔

(د) کوئی رکن رکنیت سے مستعفی ہونا چاہے تو صدر بورڈ کو تحریری استعفیٰ دے گا مگر چیئرمین کی جانب سے منظوری تک یہ رُوبہ عمل نہ ہوگا۔

(ہ) اگر کوئی دماغی طور پر نااہل ہو جائے یا کسی عدالت میں کسی اخلاقی جرم میں ماخوذ ہو کر مستوجب سزا قرار پائے تو وہ بورڈ کے فیصلے پر اپنی رکنیت سے خارج قرار پائے گا۔

(و) ارکین کا مشاہرہ / بھتہ وغیرہ بورڈ طے کرے گا۔

۶۔ بورڈ کے اختیارات و فرائض

(الف) اس آرڈیننس کی شرائط کے تحت وفاق (تنظیم) کی علمی و انتظامی خودمختاری اور آزادی کو برقرار رکھتے ہوئے بورڈ کو مندرجہ ذیل اختیارات حاصل ہوں گے۔

(۱) وفاق (تنظیم) کے ساتھ مدارس کے الحاق کے لیے شرائط طے کرنا اور ان پر عملدرآمد کی نگرانی۔

(۲) وفاق (تنظیم) کے امتحان "شہادۃ العالیہ کا انعقاد" نتائج کا اعلان، اسناد کا اجراء اور دیگر بالتحت امتحانات کے انعقاد کی نگرانی

(۳) حسب ضرورت دیگر ذیلی کمیٹیوں کا قیام اور ان کے اختیارات اور دائرہ کار کا تعین کرنا۔

(۴) دینی مدارس کے کتب خانوں کے لیے معیار مقرر کرنا۔

(۵) دینی مدارس کے اساتذہ کی علمی سطح کو بلند کرنے کے لئے اقدامات کرنا۔

(۶) شہادۃ العالیہ کے امتحان کے لئے دینی مدارس کے طلباء کی مقررہ شرائط پر رجسٹریشن اور داخلہ۔

(۷) طلباء کی فلاح و بہبود، صحت، نظم و ضبط اور اقامتی سہولیات کے لئے قواعد مرتب کرنا اور ان پر عمل درآمد کی سفارش کرنا۔

(۸) وظائف انعامات اور تحائف دینے کا اہتمام کرنا اور اس کے لئے قواعد وضع کرنا۔

(۹) ملحقہ مدارس کے امتحانات کے انعقاد کے لیے مختلف درجات پر نصاب کا معیار اور اس کی اصلاح کے لئے تجاویز مرتب کرنا۔

(۱۰) ملحقہ مدارس میں ہم نصابی تفریحی اور تعلیمی سرگرمیوں کی سرپرستی کرنا۔

(۱۱) بورڈ کی جائداد۔ آمدنی اور حاصل شدہ رقوم کا انتظام اور خرچ کی نگہداشت کرنا اور اس غرض کے لئے قواعد مرتب کرنا۔

(۱۲) اس آرڈی ننس کے اغراض و مقاصد کے لیے معاہدے کرنا، ان کو منسوخ یا ان میں ترمیم کرنا۔

(۱۳) سالانہ مالی میزانیہ منظور کرنا۔

(۱۴) بورڈ کے مفاد میں منقولہ جائداد کا حصول اور انتقال کرنا۔

(۱۵) وقف قائم کرنا اور اس کا انتظام کرنا۔

(۱۶) تمام انتظامی امور طے کرنا۔ اس غرض کے لیے بورڈ کے عملہ کے تقرر اور آسامیوں کو منظور کرنا، بڑھانا یا گھٹانا اور عملہ کے فرائض اور کارکردگی سے متعلق قواعد و ضوابط طے کرنا۔

(۱۷) اس آرڈی ننس کے اغراض و مقاصد کی تکمیل کے لیے عمارتوں، سازوسامان، آلات، کتب اور دیگر اشیاء کی فراہمی کا انتظام کرنا۔

(۱۸) دینی مدارس کی مالی اور ترقیاتی ضروریات کا جائزہ لینا اور ان کے لیے مناسب اعانت کا اہتمام کرنا

(۱۹) ملحقہ دینی مدارس کو دی جانے والی سرکاری امداد میں ربط قائم کرنا

(۲۰) بین الاقوامی اور اسلامی تنظیموں کے ساتھ رابطہ اور ان کی مدد سے نظام تعلیم میں اصلاح، تربیت، اساتذہ اور اساتذہ و طلباء کے تبادلہ کا انتظام کرنا۔

(۲۱) اندرون ملک یا بیرون ملک قائم شدہ دینی مدارس یا دیگر اداروں کی سندات کی معادلت کرنا۔

(۲۲) دینی مدارس کے بارے میں حکومت کو بوقت ضرورت مشورہ دینا اور راہنمائی کرنا۔

(۲۳) ایسے دوسرے اقدام کرنا جس کو آرڈی ننس کے اغراض و مقاصد کے لئے بورڈ ضروری سمجھے۔

(ب) بورڈ اپنے اختیارات جزوی طور پر کسی افسر، کمیٹی یا سب کمیٹی جسے مناسب سمجھے تفویض کرنے کا مجاز ہوگا۔

۷۔ اختیارات و فرائض عہدے داران

الف۔ صدر

چیئرمین یونیورسٹی گرانٹس کمیشن بلحاظ عہدہ بورڈ کا صدر ہوگا۔

فرائض و اختیارات

(۱) صدر اعلیٰ ترین انتظامی اور تعلیمی سربراہ ہوگا۔

(۲) صدر اس امر کا اہتمام کرے گا کہ بورڈ کی ذیلی کمیٹیاں، اور عہدیداران اس آرڈی ننس اور اس آرڈی ننس کے تحت جاری شدہ قواعد و ضوابط کی پوری پوری پابندی کریں۔ اس مقصد کے لئے صدر اپنے جملہ اختیارات بروئے کار لائے گا۔

(۳) فوری ضرورت اور ہنگامی حالات میں صدر اپنی صوابدید کے مطابق تمام احکام جو بورڈ یا اس کی کسی کمیٹی یا عہدیدار کے اختیار میں ہوں، جاری کرنے کا مجاز ہوگا اور ایسے احکام کے بارے میں بورڈ کو آئندہ اجلاس میں مطلع کرے گا۔

(۴) صدر کو اختیار حاصل ہوگا کہ کسی موجودہ آسامی پر یا نئی آسامی پیدا کر کے کسی شخص کا کسی بھی عہدے پر زیادہ سے زیادہ چھ ماہ کے لئے مقرر کردہ شرائط و ضوابط پر تقرر کر سکے۔

(۵) صدر کو وہ تمام دیگر اختیارات حاصل ہوں گے جو بورڈ کے قواعد و ضوابط کے تحت وقتاً فوقتاً اس کے سپرد کئے جائیں۔

(ب) نائب صدر

(۱) نائب صدر کا تقرر بورڈ چاروں وفاق (تنظیم) سے باری باری ہر سال شق نمبر ۴ (ب) (۴) کے تحت آنے والے ارکان میں سے کرے گا۔

(۲) اس کا مشاہرہ اور دیگر مراعات بورڈ طے کرے گا۔

(۳) بیماری یا چھ ماہ سے زائد غیر حاضری یا استعفیٰ کی صورت میں نائب صدر کا عارضی تقرر بورڈ کے مشورہ سے صدر کرے گا۔

(۴) نائب صدر بورڈ کا انتظامی سربراہ ہوگا۔

(۵) دیگر اختیارات جو اس آرڈیننس کے ذریعے وقتاً فوقتاً بورڈ یا صدر کی جانب سے تفویض کئے جائیں۔

(ج) معتمد (سیکرٹری)

(۱) معتمد بورڈ کا کل وقتی افسر ہوگا جس کا تقرر صدر کی سفارش پر بورڈ کرے گا۔

(۲) اس کا مشاہرہ اور دیگر مراعات بورڈ طے کرے گا۔

(۳) معتمد کے اختیارات و فرائض بورڈ طے کرے گا۔

(۴) سیکرٹری کی ذمہ داری ہوگی کہ وہ بورڈ اور چیئرمین کے احکام کی بجا آوری کا خیال رکھے اور بورڈ کے ایماء پر کئے گئے معاہدات پر عملدرآمد کرے اور وقتاً فوقتاً تفویض کئے گئے اختیارات کو بروئے کار لائے۔

(۵) سیکرٹری کی یہ ذمہ داری ہوگی کہ وہ اس امر کا خیال رکھے کہ بورڈ کے فنڈز جس مقصد کے لئے دیئے گئے ہیں انہیں اسی کے تحت استعمال کیا جائے اور بورڈ کو سالانہ میزانیہ اور حسابات کی رپورٹ پیش کرنا بھی معتمد کی ذمہ داری میں شامل ہوگا۔

۸۔ سرمایہ (فنڈ)

بورڈ کو وصول ہونے والے عطیات حکومتی گرانٹ یا فیس سے وصول ہونے والی آمدنی وغیرہ پر مشتمل ایک فنڈ قائم کیا جائے گا۔

۹۔ مالیات

(الف) بورڈ کو اختیار ہوگا کہ اپنے سرمایہ کی افزائیت کے لئے مناسب رجسٹریشن اور امتحانی فیس مقرر کرے۔

(ب) بورڈ کا سرمایہ کسی منظور شدہ قومی بنک کے بلا سود کھاتے میں جمع ہوگا۔

(ج) بورڈ کو اختیار ہوگا کہ وہ اپنے سرمائے کا موزوں استعمال کرے اور اس کے لیے طریق کار کا تعین کرے۔

(د) بورڈ انتظامی اور دیگر اخراجات کے لیے اپنے سرمایہ سے خرچ کرے گا۔

۱۰۔ حسابات اور احتساب

(الف) بورڈ کے حسابات کا احتساب سال بہ سال چارٹرڈ اکاؤنٹنٹ (جو کہ چارٹرڈ اکاؤنٹنٹ آرڈیننس (۱۹۶۱ء) کے تحت منظور شدہ ہو) سے کرایا جائے گا۔

(ج) ہر مالی سال کے اختتام پر حسابات کا گوشوارہ اور تنقیح حسابات کی رپورٹ اور سالانہ رپورٹ بورڈ کمیشن کے توسط سے حکومت کو پیش کرے گا۔

۱۱۔ ترمیم

(الف) ترمیم قواعد وضوابط یا ان کی منسوخی کے لیے وہی طریقہ کار اختیار کیا جائے گا جو قواعد وضوابط کی ترتیب اور نفاذ کے لئے مقرر کیا گیا ہے۔

(ب) بورڈ اپنے اراکین کے لیے خصوصی الاؤنس/اعزازیہ اور دیگر سہولتوں کا تعین کرے گا۔

۱۲۔ ملازمین کے حقوق و مراعات

بورڈ اپنے ملازمین کے لئے بھرتی برائے ملازمت، ترقی، تبادلہ، مشاہروں، الاؤنسوں، پنشن، پراویڈنٹ فنڈ اور دیگر مراعات کے لئے قواعد وضوابط مرتب کرے گا۔

۱۳۔ بورڈ کا اجلاس

(الف) بورڈ اپنے اجلاس کے طریق کار کا تعین خود کرے گا۔

(ب) بورڈ کے تمام فیصلے حاضر ارکان کی اکثریت سے طے ہوں گے اور ووٹوں کی برابری کی صورت میں صدر یا اجلاس کے صدر نشین (صورتِ حال کے مطابق) کا ووٹ حتمی ہوگا۔

(ج) کسی قانونی سقم کی بنا پر بورڈ کا کوئی فیصلہ کالعدم نہیں قرار دیا جا سکے گا۔

(د) اجلاس کے لیے کورم پچاس فیصد ہوگا جز کو پورا سمجھا جائے گا۔

۱۴۔ صدر دفتر۔ بورڈ کا ایک مستقل دفتر اسلام آباد میں ہوگا۔

۱۵۔ عدالت کی طرف سے دخل اندازی کا امتناع

کوئی عدالت اس امر کی مجاز نہ ہوگی کہ اس آرڈیننس کی رو سے بورڈ کے مرتب کردہ قواعد وضوابط کے مطابق انجام دی گئی۔ دی جانے والی ص

ص۔ کسی مجوزہ کاروائی کو زیر بحث لائے یا اس کے بارے میں حکم امتناعی جاری کرے۔ ("بینات" مئی ۱۹۸۵ء)

مولانا محمد یوسف لدھیانوی ، مدیر "بینات" کراچی

# قومی کمیٹی برائے دینی مدارس کی رپورٹ پر تبصرہ

۱۷ جنوری ۱۹۷۹ء کو صدر پاکستان نے ایک حکم کے ذریعہ "قومی کمیٹی برائے دینی مدارس پاکستان" تشکیل فرمائی۔ جس کی ۲۲۸ صفحوں پر محیط رپورٹ حال ہی میں شائع ہوئی ہے۔ یہ رپورٹ آٹھ ابواب اور پندرہ ضمیموں پر مشتمل ہے۔ اس میں قومی کمیٹی نے دینی مدارس کے بارے میں تجاویز اور سفارشات پیش کی ہیں۔

اس رپورٹ پر دینی مدارس کے ارباب حل وعقد کی جانب سے مختلف قسم کے ردِ عمل کا اظہار کیا گیا ہے۔ اخباری اطلاع کے مطابق بریلوی مکتبِ فکر کے بعض اکابر کی جانب سے اس رپورٹ کو خوش آمدید کہا گیا ہے۔ (روزنامہ نوائے وقت کراچی ۱۱ نومبر ۱۹۸۰ء)

اس کے برعکس دیوبندی مکتب فکر کی تنظیم "وفاق المدارس" نے مجلس شوریٰ اور مجلس عمومی کے مشترکہ اجلاس میں (جو ۲۱ محرم الحرام ۱۴۰۱ھ مطابق ۳۰ نومبر ۱۹۸۰ء کو مدرسہ قاسم العلوم ملتان کے دارالحدیث میں ہوا) ایک متفقہ قرارداد کے ذریعہ قومی کمیٹی برائے دینی مدارس کی نصاب کے سلسلہ میں سفارشات کو مسترد کردیا اور ۳۰ رجب ۱۳۹۹ھ کو منعقد ہونے والی وفاق کی مجلس عاملہ کے اجلاس میں کمیٹی سے متعلق منظور ہونے والی قرارداد کی توثیق بھی کردی۔ اجلاس نے وفاق سے ملحق مدارس کو ہدایت کی کہ وہ قومی کمیٹی کے تجویز کردہ مخلوط نصاب کو قبول نہ کریں (روزنامہ جنگ کراچی صفحہ ۱۳ مورخہ ۸ دسمبر ۱۹۸۰ء)

وفاق المدارس کی مجلس شوریٰ اور مجلس عمومی کے مشترکہ اجلاس کی قرارداد کا مکمل متن حسب ذیل ہے۔

"وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی مجلس شوریٰ "قومی کمیٹی برائے دینی مدارس" کے تجویز کردہ نصاب اور سفارشات پر کافی غور وخوض اور بحث وتمحیص کے بعد باتفاق رائے اس نصاب اور سفارشات کو مسترد کرتی ہے۔ اور اجلاس مجلس عاملہ منعقدہ ۳۰ رجب ۱۳۹۹ھ کی منظور کردہ قرارداد متعلق "قومی کمیٹی برائے دینی مدارس" کی توثیق کرتی ہے۔ اور وفاق سے ملحق مدارس فوقانیہ، وسطانیہ اور ابتدائیہ کو ہدایت کرتی ہے کہ وہ قومی کمیٹی برائے دینی مدارس کے مخلوط نصاب اور سفارشات کو قبول نہ کریں اور وفاق کے جو نمائندے اس کمیٹی کے رکن ہیں وہ آیندہ اس کمیٹی کے اجلاسوں میں شرکت سے احتراز کریں۔ اس لیے کہ انہوں نے وفاق کی پیش کردہ متبادل تجاویز کو نہ صرف یہ کہ منظور نہیں کیا بلکہ قابلِ اعتنا بھی نہ سمجھا"

اہل حدیث اور شیعہ مکتب فکر کے اکابر کا ردِ عمل سامنے نہیں آیا[1]۔ اسی طرح جو مدارس "وفاق المدارس العربیہ" کی تنظیم سے منسلک نہیں۔ ان کا عندیہ بھی معلوم نہیں ہوسکا۔ ہمارے خیال میں "قومی کمیٹی برائے دینی مدارس پاکستان" کی سفارشات دینی مدارس کی ماہیت ومزاج، ان کے مقصد وموضوع اور دائرہ عمل میں انقلابی تبدیلیوں کی حامل ہیں۔ اس لیے وہ دینی مدارس کے ارباب حل وعقد کے نہایت گہرے اور سنجیدہ غور وفکر کی مستحق ہیں، ان حضرات کو تمام آثار ونتائج پر غور کرنے کے بعد اپنے

[1] اہلحدیث نقطۂ نظر کی وضاحت بھی "الاعتصام" میں انہی دنوں کردی گئی تھی معلوم ہوتا ہے فاضل مدیر "بینات" کے علم میں نہیں آسکی ۔ اسی لیے اسے اب دوبارہ اس اشاعت میں شائع کیا جارہا ہے (صارمی)

نفع ونقصان کا میزانیہ مرتب کرنا چاہیئے ۔ اور اس احتمال کو بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہیئے کہ اگر ان سفارشات کو طوعاً و کرہاً نافذ کر دیا گیا ۔ تو ان حضرات کا لائحہ عمل کیا ہوگا ؟ اور وہ دینی علوم کے تحفظ کے سلسلہ میں کیا طریق کار اختیار فرمائیں گے ۔

" قومی کمیٹی برائے دینی مدارس پاکستان " کی سفارشات کے بغور مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کمیٹی کے فاضل ارکان ہمارے دینی مدارس کی موجودہ پس ماندگی کو دور کرنا اور ان کے فارغ التحصیل حضرات کو عصری تعلیم گاہوں کے تعلیم یافتہ حضرات کے برابر حقوق دلانا چاہتے ہیں ۔ اور اس کے لیے انہوں نے جو سفارشات مرتب کی ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک طرف دینی مدارس اپنے نصاب میں ایسی تبدیلیاں کریں کہ دینی مدارس کا نصاب تعلیم مروجہ نظام تعلیم سے ہم آہنگ ہو جائے ۔ دوسری طرف حکومت سے سفارش کی گئی ہے کہ وہ دینی مدارس کی بھی اسی طرح سرپرستی کرے جس طرح جدید تعلیم گاہوں کی سرپرستی کرتی ہے ۔ اور دینی مدارس کی ان ڈگریوں کو بھی جو تبدیل شدہ نصاب کے مطابق دی جائیں ، قبول کیا جائے ۔

جہاں تک دینی مدارس کے نصاب کی رائج الوقت نظام تعلیم سے ہم آہنگی کا سوال ہے ، ہمیں اس پر غور کرنا چاہیئے کہ یہ جدید و قدیم نظام تعلیم میں تفریق کیوں پیدا ہوئی ؟ اور وہ کیا وجوہ و اسباب تھے ؟ جن کی بنا پر دینی مدارس کو رائج الوقت نظام تعلیم سے ہٹ کر اپنا الگ نظام تعلیم اختیار کرنا پڑا ؟ اور پھر ہمیں یہ دیکھنا چاہیئے کہ جو وجوہ و اسباب قدیم و جدید نظامہائے تعلیم کی علیحدگی کا موجب ہوئے ۔ کیا وہ ختم ہو چکے ہیں یا اب بھی موجود ہیں ؟ اور پھر اس پر غور کرنا چاہیئے کہ اس ہم آہنگی کا معقول ، فطری اور قابل قبول طریق کار کیا ہو سکتا ہے ؟ گویا نصاب تعلیم کی ہم آہنگی پر غور کرتے ہوئے اگر ہم ان تین بنیادی نکات کو پیش نظر نہیں رکھتے تو ہمارے غور و فکر کا سفر صحیح منزل پر ختم نہیں ہوگا اور ہم مصنوعیت اور غیر معقولیت کا شکار ہو کر رہ جائیں گے ۔

جہاں تک پہلے نکتہ کا تعلق ہے اس کی تشریح کے لئے ہم " قومی کمیٹی برائے دینی مدارس " کی رپورٹ کا باب چہارم بعنوان " دینی مدارس بعہد برطانیہ " کا حوالہ دینا کافی سمجھتے ہیں[1] ۔

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ انگریز بہادر کو اسلام کے نظام تعلیم سے کوئی سروکار نہ تھا ۔ اس نے مسلمانوں کے نظام تعلیم کو کچلنے اور " ہندی مسلمانوں کو خیالات اور تمدن میں انگریز بنانے " کے لیے جدید نظام تعلیم جاری کیا ، جس کے طفیل جدید تعلیم یافتہ حضرات نہ صرف اپنے دین سے ناآشنا رہتے تھے بلکہ ان کی فکری و نظری پرواز دین کے مخالف سمت ہوتی تھی ۔ ہندی مسلمانوں کو اس سے محفوظ رکھنے کے لیے اکابر علمائے امت نے دینی مدارس کی بنیاد ڈالی اور ان میں خالص مذہبی و دینی نظام تعلیم جاری کیا ۔

اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ جو نظام تعلیم انگریز نے (اسلام دشمنی کی غرض سے ) ہندوستان میں رائج کیا تھا کیا عصری تعلیم گاہوں میں اب بھی ٹھیک وہی نظام تعلیم جاری ہے ۔ یا ہم مسلمانوں نے ہمت مردانہ اور جرأت ایمانی سے کام لے کر اس کو ختم کر دیا ہے ۔ اس کے لئے کسی باریک تحقیق و تفتیش کی ضرورت نہیں ۔ آج کے کالجوں یونیورسٹیوں اور جدید تعلیم گاہوں کا انگریزی عہد کی تعلیم گاہوں سے مقابلہ کر لیا جائے ہم نے انگریزی نظام تعلیم میں کوئی مثبت اور دور رس تبدیلی نہیں کی بلکہ آج بھی عصری تعلیم گاہوں میں ٹھیک وہی نظام تعلیم اپنے تمام لوازم اور آثار و نتائج کے ساتھ رائج ہے جو انگریزی دور میں تھا ۔ پس جو وجوہ و اسباب انگریزی دور میں دینی مدارس کے نظام تعلیم کو الگ کرنے کا موجب ہوئے جب وہ سب کے سب جوں کے توں موجود ہیں تو دینی مدارس کے نظام تعلیم کو عصری تعلیم گاہوں سے ہم آہنگ کرنے کا مطلب اس کے سوا کیا ہوگا کہ ان ٹوٹے پھوٹے مدارس کو بھی جو دینی علوم کا تحفظ کر رہے ہیں ، انگریزی دور کے نظام تعلیم میں مدغم کر دیا جائے اور جو ادارے دین کے نام پر اور دین کی خاطر چل رہے ہیں ، انہیں خالص دینی خدمت سے محروم کر کے عصری علوم کا خادم بنا دیا جائے ۔ اس نکتہ پر بار بار غور فرمائیے کیا یہ نتیجہ " دو اور دو چار " کی طرح واضح نہیں ہے ؟

---

[1] یہ رپورٹ ص۲۶ پر ملاحظہ فرمائیں ۔

اب ہم تیسرے نکتہ کو لیتے ہیں کہ دینی مدارس کے نظامِ تعلیم کو جدید نظامِ تعلیم سے ہم آہنگ کرنے کا معقول اور صحیح طریقہ کیا ہو سکتا ہے؟

اس کا جواب بھی نکتہ دوم سے واضح ہو جاتا ہے وہ یہ کہ ایک مسلمان ملک میں جو تعلیم گاہیں مسلمانوں کے روپے سے چل رہی ہیں، اور جن میں مسلمانوں ہی کے بچے تعلیم پا رہے ہیں، سب سے پہلے ان کے نظامِ تعلیم کو بدلا جائے۔ اور اس جدید نظامِ تعلیم میں انگریزیت کے جتنے جراثیم پلے جاتے ہیں، ہماری جدید تعلیم گاہوں کو ان سے یکسر پاک کیا جائے تاکہ جدید دانش گاہوں کے تعلیم یافتہ حضرات جہاں علومِ جدیدہ کے ماہر ہوں وہاں وہ دین اور دینی اقدار کے بھی علمبردار ہوں۔ جب جدید تعلیم گاہوں میں یہ انقلابی تبدیلی آجائے تو دینی مدارس کے نظامِ تعلیم کو ان سے ہم آہنگ کرنے کی فکر کی جا سکتی ہے۔ ایک چیز کو دوسری چیز کے ہم آہنگ کرنے کی ضرورت اس وقت پیش آتی ہے جب کہ ایک چیز کامل و مکمل اور معیاری ہو۔ اور دوسری ناقص، نامکمل اور غیر معیاری ——— جو حضرات دینی مدارس کے نظامِ تعلیم کو جدید نظامِ تعلیم سے ہم آہنگ کرنے کا مشورہ دیتے ہیں وہ گویا یہ فرض کیے لیتے ہیں کہ جدید نظامِ تعلیم تو معیاری ہے۔ اگر نقص یا کمی ہے تو صرف دینی مدارس کے نظامِ تعلیم میں ——— ہمارے نزدیک یہ سوچ نہ صرف خلافِ واقعہ ہے بلکہ ایک مسلمان کی حیثیت سے لائقِ صد ماتم بھی ہے۔ دعوے سے کہا جا سکتا ہے ——— اور انشاء اللہ یہ دعویٰ واقعات کی کسوٹی پر غلط ثابت نہیں ہو گا۔ کہ دینی مدارس کا نظامِ تعلیم اپنے موضوع اور دائرہ عمل کے لحاظ سے کامل اور معیاری ہے اس کے برعکس جدید تعلیم گاہوں کا نظام دینی نقطہ نظر سے تو کیا معیاری ہوتا خود ان کے موضوع اور دائرۂ عمل کے اعتبار سے بھی لائقِ رشک نہیں۔ غریب دینی مدارس پر اصلاح کا نزلہ اس لیے گرتا ہے کہ یہ ایسے افراد پیدا نہیں کرتے ——— یا نہیں کرنا چاہیئے ——— جو صرف دنیا کا کوڑا اکٹھا کرنے کو مقصدِ زندگی بنا لیں۔

یہاں برسبیلِ تذکرہ ایک اور امر کی طرف اشارہ بھی ضروری ہے۔ دینی مدارس کی اصلاح کے لیے جو قومی کمیٹی تشکیل دی گئی اس میں جدید تعلیم کے ماہرین کو بھی بھرپور نمایندگی دی گئی۔ اور کمیٹی کے صدر اور ناظم بھی انہی حضرات کو مقرر کیا گیا۔ ہم ان کے علم و فضل کا اعتراف اور دینی مدارس کے بارے میں ان کے نیک اور مخلصانہ جذبات کا شکریہ ادا کرتے ہوئے یہ کہنا چاہتے ہیں کہ جدید نظامِ تعلیم کی اصلاح پر غور کرنے کے لیے جو کمیٹیاں تشکیل دی جاتی ہیں کیا کبھی علومِ نبوت کے ماہرین کو بھی ان میں نمایندگی دی گئی۔ اور ان کی آراء اور مشوروں سے بھی استفادہ کیا گیا؟ اس طرزِ فکر کے معنی اس کے سوا کیا ہیں کہ علومِ نبوت کے ماہرین تو ہمارے جدید طبقہ کی نظر میں اتنی رذیل اور گھٹیا مخلوق ہیں کہ نہ کسی نظامِ تعلیم کی اصلاح کے لیے ان سے کوئی مشورہ لیا جا سکتا ہے اور نہ شریعت بنچوں میں ان کو نمایندگی دی جا سکتی ہے۔ اور نہ جدید تعلیم گاہوں میں علومِ نبوت کی تدریس ہی کا انہیں اہل سمجھا جاتا ہے۔ جب تک کہ ان کے نام کے ساتھ ڈاکٹریٹ۔ یا بی اے اور ایم اے کا سابقہ ولاحقہ نہ ہو ——— لیکن چشم بد دور جدید نظامِ تعلیم کے ماہرین کو "عقلِ کل" کی حیثیت حاصل ہے۔ اور وہ اس قدر بلند و بالا مخلوق ہیں کہ خواہ ان میں سے بعض حضرات علومِ نبوت کی ماہیت و مزاج، ان کے اسلوب و منہاج اور ان کے نظامِ تعلیم کی ابجد سے بھی ناآشنا ہوں انہیں علومِ نبوت کا نظام مرتب کرنے کا اہل سمجھنا چاہیئے۔ ہم یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ یہ طرزِ فکر اور یہ ذہنیت جو حاملینِ علومِ نبوت کو کسی باوقار منصب کا اہل بلکہ انسان تک سمجھنے کی روادار نہیں۔ وہ علومِ نبوت کی درس گاہوں کی خیر خواہی کے تقاضوں کو کس حد تک پورا کر سکتی ہے۔

——— ❖ ———

قومی کمیٹی نے جو مخلوط نصاب تجویز کیا ہے اس میں ایک اور پہلو بھی لائقِ غور ہے اور وہ یہ کہ جدید تعلیم گاہوں میں زیرِ تعلیم طلبہ گھروں پر اُستاد رکھ کر امتحانات کی تیاری کرتے ہیں۔ اس کے باوجود امتحان کے نتائج بحیثیتِ مجموعی ۵۰ فیصد سے آگے نہیں بڑھتے۔ ادھر دینی مدارس کا نصابِ تعلیم اس قدر بھاری بھرکم ہے کہ

دینی مدارس کے طلبہ پوری محنت و ریاضت کے بعد بھی اس پر مشکل حاوی ہو سکتے ہیں۔ ان دونوں نصابوں کی کتر بیونت کے بعد جو مخلوط نصاب تیار کیا گیا اس کے بارے میں یہ فرض کر لینا کہ مخلوط نصاب کے فارغ التحصیل حضرات قدیم وجدید دونوں کے جامع ہوں گے، واقعات ومشاہدات کے خلاف خالص خوش فہمی ہے۔ اس کے برعکس ہمیں اندیشہ یہ ہے کہ اس کے نتیجہ میں تیار ہونے والے افراد نہ دین کے رہیں گے۔ نہ دنیا کے۔ نہ دینی علوم کے بارے میں ان پر اعتماد کیا جا سکے گا۔ اور نہ فنی ماہرین کی حیثیت سے انہیں قبول کیا جائے گا۔ خسر الدنیا والاخرۃ۔

قومی کمیٹی نے جو قدیم وجدید کا ملغوبہ نصاب تیار کیا ہے۔ یہ اس سلسلہ کی پہلی کوشش نہیں بلکہ اس سے پہلے بھی بارہا غور و فکر اور بحث و تمحیص کی نوبت آتی رہی ہے اور اس کے تجربات بھی کئے جا چکے ہیں لیکن یہ تجربہ ابھی تک کامیابی سے ہمکنار نہیں ہوا۔ اس کی تازہ مثال ہماری اسلامی یونیورسٹی بہاولپور ہے۔ جسے جامعہ عباسیہ سے بدل کر قدیم وجدید کی جامع اسلامی یونیورسٹی میں تبدیل کیا گیا۔ اس نے جو کارنامہ انجام دیا اور جو انقلاب برپا کیا وہ سب کے سامنے ہے۔

ان تجربات کی روشنی میں ہماری دیانتدارانہ رائے یہ ہے کہ جب تک عصری تعلیم گاہوں کا منہاج تعلیم دینی اقدار سے ہم آہنگ نہیں ہو جاتا۔ دینی مدارس کو اپنے نہج پر کام کرنا چاہیئے ورنہ بصورت موجودہ انہیں جدید نظام سے ہم آہنگ کرنا دینی مدارس اور علوم نبوت کی خودکشی کے مترادف ہے۔

ایک اہم تجویز قومی کمیٹی نے یہ پیش کی ہے کہ ایک خودمختار ادارہ "قومی بورڈ برائے دینی مدارس" مقرر کیا جائے۔ یہ بورڈ امتحانات منعقد کرائے۔ نتائج کا اعلان کرے۔ سندات اور ڈگریاں جاری کرے۔ دینی مدارس کے نصاب تعلیم پر نظر ثانی کرے۔ اسلامی تعلیم کی ترقی کے جملہ امور اور طلبہ و اساتذہ کی بہبود کے لئے مشورے دے۔ یہ بورڈ ۲۲ ارکان پر مشتمل ہوگا۔ اور ہر تین سال بعد اس کی نئی تشکیل ہوا کرے گی۔ بورڈ میں دیوبندی، بریلوی، اہل حدیث اور شیعہ مکتب فکر کے تین تین نمائندوں کے علاوہ مندرجہ ذیل حضرات شامل ہوں گے۔

صدر۔
سیکرٹری۔
سیکرٹری وزارت مذہبی امور۔
سیکرٹری مرکزی وزارت تعلیم۔
چاروں صوبوں کے محکمہ ہائے تعلیم کا ایک ایک نمائندہ جس کا درجہ صوبائی سیکرٹری سے کم نہ ہو۔
نمائندہ یونیورسٹی گرانٹس کمیشن
چیئرمین انٹر بورڈ کمیٹی

یہ قومی بورڈ کی تشکیل بھی دراصل دینی مدارس کے نظام کو عصری تعلیم گاہوں کے نظام سے مربوط و ہم آہنگ کرنے کا ایک شعبہ ہے۔ کیونکہ چاروں مکتبہ ہائے فکر کے درمیان مساوات خالص دنیوی شعبہ ہی میں متمکن ہے ورنہ دینی نقطۂ نظر سے ہم آہنگی ممکن نہیں۔ اس لئے اس قومی بورڈ پر غور و فکر کی ضرورت اس وقت پیش آتی ہے جب کہ دینی مدارس کو موجودہ تعلیمی نظام سے ہم آہنگ کرنے کا فیصلہ کر لیا جائے اور یہ فیصلہ خود محل نظر ہے۔

قومی کمیٹی نے حکومت سے دینی مدارس کی اعانت اور اساتذہ وطلبہ کی بہبود کے لیے بھی چند سفارشات کی ہیں اور یہ تمام سفارشات بھی اسی شرط کے ساتھ مشروط ہیں کہ دینی مدارس کے نظام کو عصری نظام کے ساتھ مربوط کر دیا جائے۔ یہ سفارشات ہمارے خستہ حال ناتواں دینی مدارس کے لئے بہت خوش آئند ہیں۔ اور بہت ممکن ہے کہ ہمارے دینی مدارس کے منتظمین، اساتذہ اور طلبہ ان کی دلفریبی پر فریفتہ ہو جائیں۔ لیکن یہاں چند پہلوؤں کو نظر انداز کرنا کسی طرح مناسب نہ ہوگا۔

**اوّل** یہ کہ قومی کمیٹی کی رپورٹ کے مطابق دینی مدارس حکومت کی عنایت و مراحم خسروانہ کے اسی وقت مستحق ہیں جب کہ وہ "قومی بورڈ برائے دینی مدارس" سے منسلک ہوں۔ موجودہ حالت میں وہ خصوصی رعایت تو کجا؟ عام انسانی رعایتوں کے مستحق قرار نہیں پاتے۔ مثلاً جدید تعلیمی اداروں (پرائمری اور مڈل تک) تدریس اور کسی دینی و شرعی منصب کے وہ اہل نہیں۔ نہ وہ اوقاف اور

فوج کی مسجد میں "دو رکعت کے امام" بن سکتے ہیں۔ نہ شرعی پنچوں میں ان کو رکنیت دی جا سکتی ہے۔ نہ کسی عدالت میں وہ کسی شرعی و فقہی مسئلہ کی تشریح و توضیح کے اہل ہیں۔ نہ رہائشی سکیموں میں ان کو قطعات اراضی مل سکتے ہیں۔ نہ ان کو سفری سہولتیں مہیا کی جا سکتی ہیں۔ اور نہ ہسپتالوں اور شفاخانوں میں داخلہ و علاج کی سہولت انہیں مل سکتی ہے۔

دوم :- قومی کمیٹی نے جو سفارش کی ہے کہ اوقاف اور فوج کی مساجد کے خطباء کی آئندہ تقرری کے لئے کم از کم قومی بورڈ کے درجہ عالیہ کی سند ضروری ہو۔ اس کا فلسفہ یہ ہے کہ "لارڈ میکالے نظامِ تعلیم" کے مطابق علومِ نبوت کے حاملین ناخواندہ اور اَن پڑھ افراد کی فہرست میں شامل تھے۔ ان "اَن پڑھوں" کو کسی سرکاری ملازمت کے لیے اہل نہیں سمجھا جاتا تھا۔ جن مولوی صاحبان کو سرکاری ملازمت کا شوق چرایا تو وہ منشی فاضل، مولوی فاضل وغیرہ کر کے سرکاری ملازمت کیا کرتے تھے۔ انگریزوں کے رخصت ہونے کے بعد بھی چونکہ اسلامیہ جمہوریہ پاکستان میں لارڈ میکالے نظامِ تعلیم رائج رہا۔ (جو اب تک رائج ہے) اس لئے علومِ نبوت کے حاملین بدستور "اَن پڑھ" رہے۔

یہ کتنا بڑا المیہ ہے کہ ایک شخص خواہ قرآن و حدیث کا کتنا ہی متبحر عالم ہو۔ جب تک اس نے میٹرک نہ کیا ہو وہ سرکاری اصطلاح میں "اَن پڑھ" ہے۔ قومی بورڈ نے ملغوبہ نصاب مرتب کر کے ان سرکاری اَن پڑھوں کو پڑھوں لکھوں کی صف میں شامل کرنے کی کوشش کی ہے اور جب تک کسی طالب علم نے ان کا یہ ملغوبہ ہضم نہ کیا ہو۔ وہ ان کی زبان میں بدستور جاہل اور اَن پڑھ رہے گا۔ ظاہر ہے کہ ایسا جاہل اور ان پڑھ اوقاف اور فوج کی مسجد میں خطابت کا اہل کیسے ہو سکتا ہے۔ گویا اوقاف اور فوج کی امامت ایسا بلند و بالا منصب ہے کہ کوئی شخص اپنے دور کا ابو حنیفہ ہو، رازی ہو، غزالی ہو، ابن تیمیہ ہو، انور شاہ ہو، اگر اس نے خوش قسمتی سے بورڈ کا امتحان نہیں دیا تو اس بلند ترین منصب کے لائق نہیں۔

دلچسپ لطیفہ یہ ہے کہ یہ طالب علم جو مطلوبہ سرکاری ڈگری لئے پھرتے ہوں وہ تو اس منصب کے اہل ہیں لیکن ان کے لائقِ صد احترام اساتذہ بدستور نا اہل رہیں گے۔ ہم نہیں سمجھتے کہ اس سے بڑھ کر علمائے اُمت کی توہین و تذلیل کیا ہو سکتی ہے؟

سوم ایک طرف تو قومی کمیٹی یہ سفارش کرتی ہے کہ سرکاری مراعات ان مدارس سے مختص ہوں جو قومی کمیٹی کا ملغوبہ نصاب قبول کریں۔ نیز دینی مدارس کو قومی بورڈ کے کنٹرول میں دینے کی تجویز پیش کرتی ہے۔ دوسری طرف اس پر بھی زور دیا گیا ہے کہ دینی مدارس کو بالکل آزادانہ کام کرنے کا موقع دیا جائے اور ان کے کام میں کوئی مداخلت نہ کی جائے۔

ہم یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ جب عمارات، فرنیچر، اساتذہ کی تنخواہیں، طلبہ کے وظائف، نصابی و غیر نصابی کتب کی فراہمی وغیرہ تمام امور میں حکومت دینی مدارس کا بار اٹھائے گی اور جب سرکاری قومی بورڈ ان دینی مدارس کو کنٹرول کرے گا۔ تو یہ دینی مدارس سرکاری مداخلت کے بغیر، بالکل آزادانہ کام "کیسے کر سکیں گے"، اور اس صورتِ حال کے بعد دینی مدارس اور عصری تعلیم گاہوں کے درمیان کیا فرق باقی رہ جائے گا؟ دینی مدارس آزادانہ ماحول میں اسی وقت کام کر سکتے ہیں کہ جب کہ وہ اپنے مصارف میں سرکاری اعانت کے دست نگر نہ ہوں۔ اور نہ سرکاری ہیئت منتظمہ ان کو کنٹرول کر رہی ہو۔ اسی لئے حضرت حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہ نے دار العلوم دیوبند کے آٹھ اساسی اصولوں میں تحریر فرمایا تھا۔

(۶) "اس مدرسہ میں جب تک آمدنی کی کوئی سبیل یقینی نہیں جب تک یہ مدرسہ انشاء اللہ بشرطِ توجہ الی اللہ اسی طرح چلے گا۔ اور اگر کوئی آمدنی ایسی یقینی حاصل ہو گئی جیسے جاگیر یا کارخانہ، تجارت یا کسی امیر محکم القول کا وعدہ تو پھر یوں نظر آتا ہے کہ یہ خوف و رجا، جو سرمایۂ رجوع الی اللہ ہے ہاتھ سے نکل جائے گا۔ اور امدادِ غیبی موقوف ہو جائے گی۔ اور کارکنوں میں باہم نزاع پیدا ہو جائے گا۔ القصہ آمدنی اور تعمیر وغیرہ میں ایک نوع کی بے سر و سامانی ملحوظ رہے۔

(۷) سرکاری شرکت اور اُمراء کی شرکت بھی زیادہ مضر معلوم ہوتی ہے۔

(۸) تا مقدور ایسے لوگوں کا چندہ زیادہ موجب برکت معلوم ہوتا ہے جن کو اپنے چندے سے اُمید ناموری نہ ہو۔ بالجملہ حسن نیتِ اہل چندہ زیادہ پائداری کا سامان معلوم ہوتا ہے۔"

ہمارے دینی مدارس نے آزادی سے پہلے یا آزادی کے بعد جو عظیم الشان خدمت انجام دی ہے اس کے اور بہت سے اسباب کے علاوہ ان مدارس کا سرکاری اعانت کا دست نگر نہ ہونا اور سرکاری مداخلت سے پاک ہونا بھی ہے۔ اگر خدانخواستہ حضرت نانوتویؒ کے ان زریں اصول کو ملحوظ نہ رکھا جاتا تو ان مدارس کی افادیت ختم ہو کر رہ جاتی ـــ قومی کمیٹی کی سفارشات پر اگر عمل کیا گیا تو یقین سے یہ پیش گوئی کی جاسکتی ہے کہ ان مدارس سے علماء کی پیداوار ختم ہو جائے گی۔ اور ان کا کام صرف وفادار سرکاری ملازمین کا ایک طبقہ پیدا کرنا رہ جائے گا۔

**چہارم:** قومی کمیٹی نے دینی مدارس میں سائنسی علوم کی تدریس وتعلیم کے لیے جو سائنسی سامان وغیرہ مہیا کرنے کی سفارش کی ہے، ہمارے نزدیک یہ تجویز دینی مدارس کے موضوع ومقصد سے کوئی میل نہیں کھاتی۔ اب تک ہمارے دینی مدارس قرآن وسنّت کے علوم کی تعلیم اور ان میں گہری بصیرت و مہارت پیدا کرنے کے لیے وقف ہیں۔ دینی مدارس کی ایک صدی سے زائد تاریخ شاہد ہے کہ انہوں نے جدیدیت و مغربیت اور الحاد و کجروی کے سارے طوفانوں کا مقابلہ کرتے ہوئے قرآن وسنّت کی ٹھوس تعلیم کا بندوبست کیا ہے۔ اور کتاب وسنّت اور فقہ اسلامی کے ایسے ماہرین مسلسل تیار کئے ہیں جن کے علم و فہم اور دیانت وامانت پر قوم اعتماد کر سکے۔ چنانچہ عام مسلمانوں نے دینی مسائل کے لیے ہمیشہ ایسے علماء اُمت ہی سے رجوع کرنا ضروری سمجھا ہے۔ جو دینی مدارس کے مستند ہوں۔

لیکن جب دینی مدارس کو دینی درس گاہوں کے بجائے سائنسی اداروں میں تبدیل کر دیا جائے گا تو ظاہر ہے کہ یہاں سائنس اور ٹیکنالوجی کے ماہرین تو پیدا نہیں ہوں گے البتہ یہ ضرور ہوگا کہ اس دو عملی کے نتیجے میں یہاں قرآن وسنّت کے ماہرین بھی تیار نہیں ہو سکیں گے اور رفتہ رفتہ نوبت یہاں تک پہنچے گی کہ ملک میں کوئی صحیح دینی مسئلہ بتانے والا بھی باقی نہیں رہے گا۔

دینی مدارس میں سائنسی تجربہ گاہیں قائم کرنے کی ایک مثال ایسی ہے کہ قانون کی درس گاہوں میں سائنس کی تعلیم دی جائے اور طبی درس گاہوں میں کپڑا بننے، جوتا گانٹھنے، سینے پرونے، اور کھانے پکانے کے طریقے سکھائے جائیں۔ یہ فنون اپنی جگہ کتنے ہی مفید اور ضروری سہی لیکن قانون اور طب کی درس گاہوں میں ان کو ٹھونسنا بالکل ہی اَنمل اور بے جوڑ ہے۔ اسی طرح ملک وملت کے لئے سائنسی ترقی خواہ کتنی ہی ضروری کیوں نہ ہو لیکن یہ دینی مدارس کا موضوع نہیں۔ حکومت اس سائنسی سامان کو دینی مدارس میں جو ضائع کرنا چاہتی ہے اس کے بجائے بہتر ہوگا کہ اتنے خرچ سے ایک مستقل سائنسی ادارہ قائم کر دیا جائے یا موجودہ سائنسی اداروں کو ترقی دی جائے، جن بزرگوں نے دینی مدارس کو "سائنسی سنٹر" میں تبدیل کرنے کا مشورہ دیا ہے وہ نہ دینی نقطۂ نظر سے مفید ہے اور نہ فنی اور سائنسی ترقی کے لیے بار آور ہو سکتا ہے۔

("بینات" کراچی مئی ۱۹۸۵ء)

## مجوزہ منصوبہ برائے نفاذ

# قومی کمیٹی برائے دینی مدارس کی تعلیمی و تنظیمی سفارشات

قومی کمیٹی کے مجوزہ قومی بورڈ کے اجلاس منعقدہ ۱۵ دسمبر ۱۹۸۰ء میں طے پایا تھا کہ وزارتِ تعلیم دینی مدارس کی قومی کمیٹی کی سفارشات پر عملدرآمد کے لیے ایک جامع منصوبہ تیار کرے گی۔ وزارت تعلیم نے جو منصوبہ تیار کیا ہے اس کا متن حسبِ ذیل ہے۔

۱:۔ پہلا اہم ترین اقدام یہ ہے کہ حکومت کے ایکٹ یا ریزولیوشن کے تحت ایک مقتدرہ (اتھارٹی) کی تشکیل کی جائے جو قومی کمیٹی کی سفارشات کا تفصیلی جائزہ لے، ان کے نفاذ و اجراء کے لیے سکیمیں مرتب کرے، دینی اداروں کی سرگرمیوں کی نگرانی، جائزے اور ان میں ہم آہنگی قائم کرنے کا اہتمام کرے۔ اس سلسلے میں رابطہ و انتظام کے لیے ضروری ڈھانچہ وزارت مذہبی اُمور حکومت پاکستان میں قائم کیا جائے۔

۲:۔ امتحانات کا اہتمام کرنے کے لئے اور دوسرے متعلقہ ضروری اُمور انجام دینے کے لئے مقتدرہ کے تحت ایک بورڈ قائم کیا جائے جس کی ذمہ داریاں درج ذیل ہیں۔

(۱) منظور شدہ اداروں کا معائنہ کرنا یا معائنے کا اہتمام کرنا اور معائنے کی روئداد طلب کرنا (۲) نصابات و تدریسی مواد مقرر کرنا اور متعلقہ قواعد و ضوابط مرتب کرنا۔ (۳) امتحانوں میں داخلے کی شرائط، شرح فیس، اُمیدواروں کی اہلیت کا تعین کرنا امتحان میں داخلے کی اجازت دینا اور مقررہ فیس وصول کرنا (۴) امتحان میں کامیاب ہونے والے اُمیدواروں کو سندات جاری کرنا یا سندات منسوخ کرنا (۵) منظور شدہ مدارس کے طلبہ کی فلاح و بہبود، رہائش، صحت اور نظم و ضبط کی نگرانی کرنا (۶)، وظائف تمغہ جات، انعامات کا تعین کرنا اور مقررہ قواعد کے تحت عطا کرنا (۷) منظور شدہ اداروں میں زائد از نصاب سرگرمیوں کی تنظیم و ترویج۔ (۸) بورڈ اور اس کی ذیلی کمیٹیوں کے افسران، اساتذہ اور ملازمین کے فرائض سے متعلقہ قواعد و ضوابط وضع کرنا۔

۳:۔ مقتدرہ کے تحت ماہرین کی ایک کمیٹی مقرر کی جائے جو عام نظامِ تعلیم کے تدریسی مواد کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے دینی مدارس کے نصابات پر نظرِ ثانی کرے اور دینی مدارس میں پیشہ ورانہ/مہارتی نصابات کو رائج کرنے کی موزونیت اور امکانات کا جائزہ لے۔

۴:۔ عام نظامِ تعلیم میں اعلیٰ درجات تک دینی تعلیم کو شاملِ نصاب کر لیا گیا ہے۔ اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ دینی مدارس کے نظام میں ثانوی اور اعلیٰ ثانوی درجات تک مندرجہ ذیل انتخابی مضامین نصاب کا جزء قرار دیے جائیں۔

الف:۔ زرعی تکنیکی مضامین
ب:۔ صنعتی مضامین
ج:۔ سائنسی علوم
د:۔ تجارتی مضامین
ہ:۔ گھریلو معاشیات / طالبات کے لئے۔

ان مضامین کے لئے وفاقی وزارتِ تعلیم کے منظور شدہ

نصابات کو اختیار کیا جائے۔

۵:۔ دونوں طرز کے نظام ہائے تعلیم کو قریب تر لانے اور ان کے درمیان حائل فاصلے کو کم تر کرنے کے لئے جامع نصابات (INTEGRATED COURSES) مرتب کئے جائیں۔ یہ نصابات پہلے مرحلے میں انہی منتخب اداروں میں رائج کئے جائیں جو تدریس کے لیے ضروری سہولتیں مہیا کر سکیں اور ان نصابات کو جاری کرنے پر رضامند ہوں۔

۶۔ اداروں کی موجودہ سہولتوں مثلاً اساتذہ (تربیت یافتہ، غیر تربیت یافتہ) کتب خانے، ورکشاپیں، عملہ، طلبہ وغیرہ کا تفصیلی جائزہ لیا جائے اور ان اداروں کو پوری طرح آراستہ کرنے کے لیے مرحلہ وار پروگرام بنایا جائے۔

۷۔ اساتذہ کی پیشہ ورانہ تربیت کا مرحلہ وار منصوبہ تیار کیا جائے، مختلف درجات کے اساتذہ کے لیے، حسب ضرورت ترمیم کے ساتھ، قومی نصابات کو اختیار کیا جائے۔ دوران ملازمت اساتذہ کی تربیت / تجدید تربیت کے تعلیمی توسیعی مراکز اور ابتدائی اساتذہ کے تربیتی اداروں کی خدمات سے استفادہ کیا جائے۔

۸:۔ دینی اداروں میں کھیلوں اور جسمانی تعلیم کی سہولتیں بھی بہم پہنچائی جائیں۔

۹:۔ مذکورہ بالا تجاویز کے مطابق تمام امور کا مکمل جائزہ لینے کے بعد حکومت کی منظوری کے لیے جامع منصوبہ مرتب کیا جائے۔

۱۰:۔ عملی سکیموں کی ترقی اور کامیابی کا وقتاً فوقتاً جائزہ لیا جائے۔ اور ضروری اصلاحی اقدامات کئے جائیں۔

۱۱:۔ دینی مدارس کی منظوری، الحاق، اساتذہ کی اہلیت کے تعین اور حکومت کی طرف سے دی جانے والی مالی امداد کے لئے ایک واضح پالیسی مرتب کی جائے جس کی ذمہ داری مقتدرہ پر ہو۔

۱۲:۔ ذیل میں اس سکیم کے مطابق پہلے مرحلے کے نفاذ کا ایک منصوبہ تجویز کیا گیا ہے (ملاحظہ فرمائیے ضمیمہ الف۔ب)

## ضمیمہ الف

# مجوزہ تفصیلی منصوبہ

۱:۔ نئی سکیم کا اجراء مرحلہ وار ہونا چاہیئے۔

۲:۔ پہلے مرحلے میں ایک سو مدارس کا انتخاب کیا جائے جو نئے جامع نصابات کو اپنانے کے خواہاں ہوں۔ جہاں تک ممکن ہو مختلف مکاتب فکر کی مناسب نمائندگی کا خیال رکھا جائے۔

۳:۔ جو ادارے نئی سکیم کو رائج کرنے پر رضامند ہوں ان کا تفصیلی جائزہ لیا جائے اور جماعت وار طلبہ کی تعداد، دینی اور عمومی مضامین کی تدریس کے لئے پہلے سے موجود اساتذہ کا تعین کر لیا جائے۔

۴:۔ انہی اداروں کو ترجیح دی جائے جن میں ذیل کی سہولتیں موجود ہوں۔

(۱) ان کے پاس اپنی عمارات اور اقامت خانے موجود ہوں۔ قومی تعلیمی کمیٹی کی رپورٹ کے مطابق ۶۵۸/۸۳۹ اداروں میں یہ سہولت موجود ہے۔ (۲) جماعت بندی کے لیے طلبہ کی کافی تعداد موجود ہو (۳) ایسے اساتذہ ہوں جن کے پاس عام بورڈوں / یونیورسٹیوں کی سندات ہوں اور جو عمومی مضامین پڑھانے کے اہل ہوں۔

۱۲:۔ کتب خانے، رپورٹ کے مطابق ۶۱۲ اداروں کے اپنے کتب خانے ہیں۔

۵ مقتدرہ کی مقرر کردہ کمیٹی ان اداروں کا معائنہ کرکے، اور تدریسی عملہ، سامان تدریس، درسی کتب، فرنیچر اور طلبہ برائے جماعت بندی کا جائزہ لے۔

۶:۔ جدید تدریسی منصوبے کا آغاز ابتدائی درجے (جماعت اول تا پنجم) سے کیا جائے۔ اور آئندہ سال ایک مزید اگلی جماعت کا اضافہ کیا جائے۔

۷۔ جماعت بندی کرتے وقت طلبہ کے علمی پس منظر، معیار اور ان کی عمروں کی مناسبت کو پوری طرح ملحوظ رکھا جائے۔

۸۔ دینی اداروں میں پہلے سے موجود ایسے اساتذہ جو عمومی تعلیم کی سندات رکھتے ہوں اور تربیت یافتہ نہ ہوں انہیں عام

مضامین پڑھانے کے لئے دوران ملازمت تربیتی / تجدیدی کورسوں میں شرکت کا موقع بہم پہنچایا جائے۔

۹- دینی مضامین کی تدریس کے لیے پہلے سے موجود قابل اساتذہ کی خدمات سے استفادہ جاری رکھا جائے۔

۱۰۔ عام مضامین کے اساتذہ کی کمی پوری کرنے کے لیے تعلیمی محکموں سے موزوں اساتذہ کی خدمات مستعار لی جائیں یا براہ راست اساتذہ بھرتی کئے جائیں۔

۱۱۔ تربیت اساتذہ: یہ بات یقینی ہے کہ دینی اور عمومی مضامین کی جامع سکیم کے مطابق، تدریسی عملہ میں موجود اساتذہ تربیت یافتہ نہ ہوں گے اور ان اداروں سے فارغ ہونے والے طلبہ بھی مستقبل قریب تک اس قابل نہ ہوں گے کہ انہیں بطور استاذ ملازم رکھا جاسکے، اس وقت تک ضروری ہے کہ موجودہ اساتذہ کے لئے دوران ملازمت تربیتی / تجدیدی کورسوں کا انتظام کیا جائے۔ اس کام میں وزارت مذہبی امور، محکمہ اوقاف، صوبائی تعلیمی توسیعی مراکز اور تربیتی اداروں کا تعاون حاصل کیا جاتے۔

۱۲۔ دینی اداروں کے موجودہ تدریسی عملے کی تنخواہوں اور الاؤنسوں کی ادائیگی متعلقہ تنظیموں ہی کے ذمہ ہوگی تاہم حکومت کی طرف سے موجودہ عملے کو جو جدید سکیم میں شامل ہوگا۔ اعزازی الاؤنس پیش کیا جائے۔

۱۳۔ تمام طلبہ کے لئے پڑھنے لکھنے کا سامان زکوٰۃ فنڈ سے مہیا کیا جائے۔

۱۴۔ عمومی مضامین کی تدریس کے اخراجات حکومت (وزارت مذہبی امور) برداشت کرے۔

۱۵۔ عمارات اور اقامتی سہولتیں ادارے کی انتظامیہ کی طرف سے مہیا کی جائیں، ان کی مرمت اور دیکھ بھال بھی انہی کے ذمے ہے۔

۱۶- جدید سکیم کی کامیابی کے لیے مقامی کمیٹیوں اور زکوٰۃ کمیٹیوں کا تعاون حاصل کیا جائے۔

۱۷۔ ثانوی اور اعلیٰ درجات کے لیے تدریسی سامان سائنسی معمل (لیبارٹریز) اور پیشہ ورانہ تربیتی مواد اور پرائمری درجے کے لیے تدریسی معاونات حکومت فراہم کرے اس غرض کے لئے عالمی تنظیموں یو این ڈی پی (اقوام متحدہ کا ترقیاتی ادارہ) یونیسف اور یونیسکو کا تعاون بھی حاصل کیا جاسکتا ہے۔ اس مقصد کے لئے ترقیاتی منصوبے اور غیر ملکی امداد کے لئے سکیمیں مرتب کی جائیں۔

۱۸:۔ قومی مرکز برائے آلات تعلیم لاہور، یونیسف کے تعاون سے پرائمری مدارس کو قومی تدریسی کٹ تقسیم کرتا رہا ہے۔ اس ادارے سے رابطہ قائم کرکے ان دینی مدارس کو تدریسی کٹ مہیا کی جائے جن میں عمومی مضامین کی تدریس جاری کی جائے۔

۱۹:۔ تعلیمی سال کے اختتام پر اس سکیم کی ترقی اور کامیابی کا ناقدانہ جائزہ لیا جائے۔ اس غرض کے لیے ماہرین کی کمیٹی مقرر کی جائے۔

۲۰۔ نئی سکیم بتدریج اعلیٰ جماعتوں میں سال بسال بڑھائی جائے۔

۲۱۔ ہر سال مزید پانچ ادارے اس سکیم میں شامل کئے جائیں۔

(نیز ملاحظہ ہو ضمیمہ ب [1])

## کمیٹی کی سفارشات پر وفاق المدارس العربیہ کی

### قرار داد اور "بینات" کا تبصرہ

"وزارت تعلیم کے اس مجوزہ منصوبہ پر غور کرنے کے لیے ۱۵ ربیع الثانی ۱۴۰۱ھ مطابق ۲۱ فروری ۱۹۸۱ء کو راولپنڈی میں "وفاق المدارس العربیہ پاکستان" کی مجلس عاملہ کا ایک غیر معمولی اجلاس زیر صدارت حضرت مولانا محمد ادریس میرٹھی صدر وفاق منعقد ہوا۔ اجلاس کی اہمیت کے پیش نظر حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق اکوڑہ خٹک (سرپرست وفاق) نے بھی اس میں شرکت فرمائی۔ صدر اور سرپرست وفاق کے علاوہ پنجاب، سندھ، بلوچستان اور سرحد کے متعلقہ حضرات نے اس اجلاس میں شرکت فرمائی۔ اجلاس میں قومی کمیٹی کی رپورٹ اور وزارت تعلیم کے مجوزہ منصوبہ پر طویل غور و خوض کے بعد حسب ذیل قرار داد اتفاق رائے سے منظور کی گئی اور طے پایا کہ یہ قرارداد قومی کمیٹی برائے دینی مدارس کے چیئرمین اور وزارت مذہبی امور کے سیکرٹری کی خدمت میں بھیج دی جائے۔ قرارداد کا متن حسب ذیل ہے۔

[1] ضمیمہ ب میں اس منصوبہ کے لیے اخراجات کی تفصیل درج ہے۔

## قرارداد کا متن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مدارسِ عربیہ کی فلاح و بہبودی اور ان کے نصاب و نظامِ تعلیم کی اصلاح کے سلسلہ میں جن مقاصد کے ماتحت قومی کمیٹی برائے دینی مدارس قائم ہوئی ۔ اس کمیٹی میں شامل مسلک دیوبند کی ترجمانی اور وفاق المدارس العربیہ کی نمایندگی کرنے والے فاضل ارکان نے کمیٹی کے آغاز سے سفارشات کی تکمیل تک کمیٹی کے ساتھ بھرپور اور مؤثر تعاون کیا ۔ مگر اس پورے عرصے میں ارکان نے یہ جدّوجہد بھی کی کہ ایک طرف مدارس عربیہ کے نصاب کی نہایت فاضلانہ اور جامع حیثیت بھی مجروح نہ ہونے پائے جو آگے چل کر فارغ التحصیل ہونے والے علماء کے رسوخ فی الدین، تعمق اور علمی صلاحیتوں پر اثر انداز ہو۔ دوسری طرف موجودہ دور کی تعلیمی سندات اور ڈگریوں سے معادلہ کے ضمن میں عصری علوم و مضامین میں سے جو نہایت لازمی اور ضروری ہوں ان کو شامل نصاب کرنے پر اکتفا کیا جائے۔ اس کے ساتھ ان ارکان کا یہ غیر متزلزل موقف بھی رہا کہ مجوزہ اصلاحی اقدامات سے کوئی بھی ایسی صورت ان مدارس کے لئے ناقابل برداشت ہوگی جس سے ان مدارس کی خود مختار حیثیت اور آزادی مجروح ہو اور صدیوں سے آزمودہ طریقہ کار میں رخنہ پڑے کیونکہ ایسی کوئی بھی مداخلت آگے چل کر مدارس کے اصل دینی مقاصد، روحانی اور اخلاقی تربیت ، تعلیمی رُوح اور ڈھانچہ کو درہم برہم کرکے رکھ دے گی ۔ کمیٹی کے سامنے جب مدارس کے اصلاحی و تنظیمی اور نصابی اُمور کے بارہ میں ایک خود مختار ادارہ کی تشکیل کا مسئلہ آیا تو ہمارے ان فاضل ارکان نے حکومتوں کے عمل دخل سے آزاد رکھنے کی خاطر اس بورڈ کی تشکیل کے بارے میں اپنا متبادل خاکہ پیش کیا ۔ جو ہمارے لئے نہایت ناگزیر تھا مگر اسے نظر انداز کیا گیا اور اسے بہت معمولی اور خفیف ثابت کرنے کے لیے ہمارے ارکان کے متّفقہ اختلافی نوٹ کے بجائے ایک رکن کے وضاحتی نوٹ کی صورت میں رپورٹ کے آخر میں شامل کیا گیا ۔ ان ارکان کا موقف کسی علمی تنگ نظری یا جمود اور عصرِ حاضر کے ضروری مضامین اور علوم کو شامل کرنے سے گریز کی وجہ سے نہ تھا ۔ جبکہ انہیں خود بھی اسے بہتر سے بہتر بنانے کا احساس ہے ۔ لیکن ان مقاصد کے لئے اگر ان مدارس کی آزادی اور خود مختاری داؤں پر لگا دی جاتی تو نتیجۃً ان مدارس سے اُمّت کو دنیا کی بھلائی تو کیا ملتی دین اور دینی مقاصد سے بھی ہاتھ دھونا پڑتا ۔ چنانچہ رپورٹ کے سامنے آجانے سے وفاق المدارس اور دیوبند کے اکابر علماء نے موجودہ اور مستقبل کے خدشات کے پیش نظر مؤرخہ ۳۰ رجب ۱۳۹۹ھ ۲۶ جون ۷۹ء کو اپنے مجلس عاملہ میں اس پروگرام کو مسترد کرکے قرارداد پاس کی ۔ جس کی بعد میں مجلس شوریٰ نے ۳۰ نومبر ۱۴۰۰ھ کے اجلاس میں توثیق بھی کر دی ۔

قومی کمیٹی کی رپورٹ جب صدر پاکستان کو پیش کر دی گئی ، تو اس کے نفاذ کے طریق کار وضع کرنے کے لئے صدر محترم نے اسے ایک ذیلی کمیٹی اور پھر تنفیذی کمیٹی کے سپرد کر دیا ۔ ان کمیٹیوں کے سرکاری ارکان نے مجوزہ رپورٹ کی رہی سہی حیثیت بھی ختم کرنے کی سعی کی ۔ اور مدارس کے نصاب اور نظام کی شکل میں بے دست و پا کرنے کے مشورے اور تجاویز پیش کیں ۔ میٹنگوں کا یہ سلسلہ جاری رہا اور پچھلے اجلاس میں وزارت تعلیم کے فاضل سیکرٹری کے سامنے آیا ۔ انہوں نے اجلاس میں اس کے نفاذ کے لیے ایک مجوزہ خاکہ پیش کرنے کی مہلت مانگی جو انہیں دے دی گئی ۔ اب جو ان کا مجوزہ منصوبہ برائے نفاذ ہمارے سامنے آیا جو بائیس فروری کو مجوزہ قومی بورڈ کے اجلاس میں زیرِ غور ہے ۔ اس نے ایک طرف تو ہمارے تمام خدشات اور اندیشوں کو قطعی ثابت کر دیا اور دوسرے طرف اس نئے منصوبے کی تجاویز نے قومی کمیٹی کے اب تک کئے ہوئے سارے کام پر بھی یک لخت پانی پھیر دیا ۔ یہ منصوبہ قومی کمیٹی کے مجوزہ قومی بورڈ بجائے مدارس کے دائرہ اختیار کو بھی یہ کہہ کر ختم کرکے رکھ دیتا ہے کہ حکومت ایک مقتدرہ (اتھارٹی) کی تشکیل دے جو قومی کمیٹی کی سفارشات کا بھی تفصیلی جائزہ لے ۔ دوسری طرف یہ مجوزہ منصوبہ مذکورہ قومی بورڈ کو امتحانات و سندات وغیرہ کے معاملہ میں بھی بے بس کر دیتی ہے ۔ جس سے بالآخر مدارس حکومت کی

بیوروکریسی اور وزارتوں کے باتنخواہ سرکاری افسروں کے ہاتھ کا کھلونا بن جائیں گے۔

قومی کمیٹی کی رپورٹ میں مدارس کے مروّجہ جاری نصاب کو ملحوظ رکھتے ہوئے نہایت ضروری کم سے کم مروّجہ مضامین شامل کرنے پر کفایت کی گئی تھی۔ مجوزہ منصوبہ نے ان مضامین میں زرعی تکنیکی صنعتی اور تجارتی مضامین کا اضافہ بھی ضروری سمجھا۔ پھر جامع نصابات کی ازسرِ نو ترتیب اور وفاقی حکومت کے منظور شدہ نصابات کا بھی مدارسِ عربیہ کو پابند بنانا چاہا۔ یہ سب کچھ دیکھ کر ہمارے اس یقین میں اور پختگی آگئی کہ حکومت کی ایسے آئے دن بدلتی ہوئی تجاویز، اضافوں اور ترمیمات سے مدارسِ عربیہ کا اصل مقصد فروغ و اشاعتِ دین، تحفظِ قرآن و سنّت اور اشاعتِ علومِ دینیہ، مخلص اہلِ حق علماء کی تیاری —— باقی نہ رہ سکے گا۔ نہ مدارس آئے دن کے بدلتے ہوئے حکومتوں اور افسران کے بدلتے ہوئے رجحانات کو مختلف نظریات کے ساتھ اپنی خود مختاری باقی رکھ سکیں گے۔ اس لیے نہ صرف یہ کہ آج کے اس اہم اجلاس میں وفاق المدارس اور مسلک دیوبند کے اکابر اپنی پچھلی قرارداد کی توثیق کرتے ہوئے وزارتِ تعلیم کے اس مجوزہ خاکہ کو مسترد کرتے ہیں۔ بلکہ دینی تعلیم کی اشاعت میں سرگرم دیگر مکاتبِ فکر (بریلوی، اہلحدیث اور شیعہ) کے ارباب مدارسِ عربیہ سے بھی توقع کرتے ہیں کہ وہ بھی اس مجوزہ اصلاحات سے قطعی لاتعلقی کا اعلان کر کے دینی تعلیم کی حفاظت کا آزمودہ طریقۂ کار برقرار رکھیں گے۔ انشاء اللہ، اسی میں دین۔ علماء۔ مدارس اور ملک و ملت کی فلاح ہوگی۔

محمد ادریس غفرلہٗ

صدر وفاق المدارس العربیہ ملتان

۲۱/۳/۸۱ء

## مدیر "بیّنات" کا تبصرہ

مسلک دیوبند سے تعلق رکھنے والے اکابر نے قومی کمیٹی کی رپورٹ اور وزارتِ تعلیم کے مجوزہ منصوبہ کے بارے میں جو بے لچک اور دو ٹوک موقف اختیار کیا ہے اس کے دلائل اس قرارداد میں موجود ہیں۔ جن کا خلاصہ تین چیزیں ہیں۔

۱۔ ارکانِ حکومت کا علمائے کرام کی تجاویز سے انحراف۔

۲۔ مجوزہ نصاب میں دینی مدارس کی روح کا کچل دیا جانا۔

۳۔ مجوزہ منصوبہ میں دینی مدارس کو اربابِ حکومت کی لونڈی بنا دینا کہ وہ جس طرح چاہیں ان میں تصرف کیا کریں۔

چونکہ یہ تینوں چیزیں کسی بھی مدرسۂ فکر کے علماء کے لئے قابلِ قبول نہیں ہو سکتیں اس لیے قرارداد کے آخر میں دیگر مکاتبِ فکر کے حضرات سے بھی اپیل کی گئی ہے کہ وہ اس مجوزہ منصوبہ کو قبول نہ فرمائیں۔ یہ حضرات وفاق المدارس کی اس اپیل پر توجہ فرماتے ہیں یا نہیں؟ یہ تو ان حضرات کی صوابدید پر موقوف ہے لیکن مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس ضمن میں چند گزارشات ان کی خدمت میں بھی پیش کر دی جائیں تاکہ صورتِ حال میں کسی قسم کا اشتباہ باقی نہ رہے۔

**اوّل:۔** دینی مدارس کی اصلاح اور ان کے لیے سرکاری کنٹرول یا سرکاری سرپرستی کا جو منصوبہ ہمارے سامنے آیا ہے یہ کوئی نیا منصوبہ نہیں بلکہ سابقہ ادوار میں بھی اس پر غور ہوتا رہا ہے اور سرکاری افسران کا لادین طبقہ ہمیشہ سے دینی مدارس کی آزادانہ کارکردگی کو تشویش کی نگاہوں سے دیکھتا اور ان کو رام کرنے کے لئے تدابیر سوچتا اور منصوبے بناتا رہا ہے۔ اس کی نشاندہی مولانا لطف اللہ پشاوری نے اپنے اس مضمون میں کی ہے جو حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ کے بارے میں ماہنامہ بیّنات کی اشاعتِ خاص میں شائع ہوا ہے۔ مولانا لطف اللہ صاحب تحریر فرماتے ہیں:۔

"سکندر مرزا کے زمانے میں پاکستان میں مغرب زدہ لوگوں کا طوطی بولتا تھا۔ حکومت کے اربابِ حل و عقد پر بھی ہمیشہ اسی طبقہ کا اثر رہا۔ ان لوگوں کو یہ تکلیف تھی کہ حکومت جو بھی تجدّد پسندانہ نئی حکمتِ عملی تجویز کرے اس کے لئے صرف علماء کا طبقہ سنگِ راہ بن جاتا ہے۔ مولانا نور الحق صاحب سابق ڈین اسلامیہ کالج پشاور نے راقم الحروف سے بیان کیا کہ ایک دفعہ سابق صدر ایوب خان نے مجھ سے کہا کہ:۔

"تیونس، مراکش، مصر، شام کسی جگہ بھی علماء حکومت

کے خلاف دَم نہیں مار سکتے، محکمہ اوقاف نے سب کو باندھ رکھا ہے۔ ایک پاکستان ایسا ملک ہے کہ حکومت کچھ کرتی ہے تو کراچی سے پشاور تک علماء اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کر دیتے ہیں۔ اور ملک میں ایک ہل چل پیدا ہو جاتی ہے۔ تم مصر جاؤ، اور وہاں سے جا کر جائزہ لو کہ حکومتِ مصر نے کس ترکیب سے علماء کو باندھ رکھا ہے۔ پاکستان میں بھی علماء کو پابند کرنے کے لئے ایک منصوبہ تیار کرو۔"

بریگیڈیئر گلزار احمد صاحب نے بھی میرے سامنے اسی قسم کے خیالات صدر ایوب سے نقل کئے تھے۔

چنانچہ ڈین صاحب مصر گئے اور واپسی پر صدر ایوب کے سامنے تمام مساجد اور مدارسِ عربیہ کو حکومت کی تحویل میں لینے کا نسخۂ کیمیا تجویز کیا۔ صدر ایوب نے جب اس منصوبہ پر عمل درآمد کے لیے تمام مدارسِ عربیہ پر قبضہ کرنے کا ارادہ ظاہر کیا تو ڈین صاحب نے ان سے کہا کہ مصر اور پاکستان کے حالات مختلف ہیں۔ ہماری سب سے بڑی مشکل یہ ہے کہ اگر ہم مدارس کو حکومت کے قبضے میں لے لیں تو مولانا محمد یوسف بنوری جیسے علماء مدارس کے بجائے مسجدوں کی چٹائیوں پر بیٹھ کر درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیں گے۔ عرب ممالک میں تو عوام کو مدارس کے لئے چندہ دینے کی عادت نہیں مگر پاکستان میں ایسے علماء ہیں کہ اگر انہوں نے مساجد میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا تو عوام اور مخلصین ان کو بغیر رسید کے چندہ دیں گے۔ اور مسجدوں میں پھر سے نئے آزاد مدرسے قائم ہو جائیں گے۔ حکومت کے سرکاری مدارس میں تو دینی علوم پڑھنے کے لئے کوئی نہیں آئے گا۔ اس طرح ہمارا یہ منصوبہ خاک میں مل جائے گا۔

صدر ایوب نے ڈین صاحب کو مدارسِ عربیہ کے لئے نیا نصاب تعلیم بنانے کا حکم دیا۔ ڈین صاحب بڑے طمطراق کے ساتھ کراچی تشریف لائے۔ حیدر آباد یونیورسٹی کے داؤد پوتا بھی ان کے ہمراہ تھے۔ ڈین صاحب نے مفتی محمد شفیع مرحوم اور مولانا بنوری مرحوم سے ملاقات کی اور انہیں نصابِ تعلیم میں ترمیم کا مشورہ دیا۔ مولانا بنوری نے ان کی پوری وعظ و تقریر سن کر فرمایا:۔

"مدارسِ عربیہ کا نصابِ تعلیم کون بنائے گا؟ حدیث، تفسیر اور فقہ کے نصاب مرتب کرنے میں آپ جیسے سرکاری ملازمین کی کیا حیثیت ہے؟ نصاب علماء راسخین ہی بنا سکتے ہیں اور وہی بنائیں گے۔"

ڈین صاحب بولے، وہ علماء راسخین کون ہوں گے؟

آپ نے فرمایا:۔

"یہ کام یوسف بنوری اور مفتی محمد شفیع صاحب کا ہے۔ آپ کون آئے نصاب بنانے والے"

(اشاعتِ خاص ماہنامہ بینات محرم الحرام ۱۳۹۸ھ)

**دوم**:۔ اس سے قطع نظر کہ مجوزہ منصوبہ میں دینی مدارس کے لئے کیا مراعات تجویز کی گئی ہیں۔ اور علمائے کرام کی شرائط کو کس حد تک ملحوظ رکھا گیا ہے۔ اصل چیز جو پیش نظر رکھنے کی ہے وہ دینی مدارس میں سرکاری مداخلت ہے۔ ہمیں یہ فرض کرنے سے کوئی چیز مانع نہیں کہ موجودہ حکومت دینی مدارس کی بہت ہی خیر خواہ ہے اور وہ جو کچھ بھی کر رہی ہے محض دینی مدارس، ان کے علماء و طلباء کی فلاح و بہبودی کے لیے کر رہی ہے اور قومی کمیٹی کی سفارشات بھی فرض کیجئے نہایت مخلصانہ اور معقول ہیں اور وزارتِ تعلیم کا مجوزہ منصوبہ بھی مان لیا جائے کہ دینی مدارس کے لیے فلاحی و اصلاحی ہے۔

ان تمام امور کو تسلیم کر لینے کے بعد بھی علماء کرام کو یہ نہیں بھولنا چاہئے کہ اگر ایک بار دینی مدارس سرکاری تحویل میں دے دیئے گئے اور انہیں قانون کے شکنجے میں کس دیا گیا تو ان کی حیثیت خالص سرکاری اداروں کی ہوگی۔ آج اگر ایک نیک دل حکمران ہے اور وہ دینی مدارس کو پھلتے پھولتے دیکھنا چاہتا ہے تو کل ایک ایسا شخص بھی آ سکتا ہے جو دین اور دینی مدارس کا بدترین دشمن ہو۔ سرکاری تحویل میں چلے جانے کے بعد دینی مدارس صرف نام کے دینی مدارس ہوں گے۔ ورنہ عملاً وہ خالص سرکاری ادارے ہوں گے۔ اور ان کی کارکردگی سرکار عالی مدار کے تابع ہوگی ——— اس لیے یہ مجوزہ منصوبہ اپنے ابتدائی حالات میں خواہ کتنا ہی معصوم اور بے ضرر نظر آتا ہو،

لیکن اس کا انجام دینی مدارس کو حکمرانوں کا کھلونا بنانے کے سوا کچھ نہ ہوگا۔ اگر علمائے کرام کو یہ صورتِ حال گوارا ہے تو بڑے شوق سے اس منصوبہ کو قبول فرما کر سرکاری مراعات سے فیض یاب ہو سکتے ہیں۔

سوم: جہاں تک دینی مدارس کے نصابِ تعلیم کا تعلق ہے، اس میں اس کے سوا کوئی خامی نہیں کہ سرکاری حلقوں میں اس نصاب کو شرفِ پذیرائی حاصل نہیں، یہ اپنی اپنی نظر ہے کہ اس کو خامی تصور کیا جائے یا خوبی؟ ہماری دیانتدارانہ رائے یہ ہے کہ یہ اس نصاب کی خامی نہیں بلکہ خوبی ہے۔ جو نصابِ تعلیم سرکاری درس گاہوں میں نافذ ہے ایک جہان کا جہان اس سے استفادہ کر کے اپنی دنیا بنا رہا ہے۔ اور ہزاروں میں ایک آدھ فرد ایسا ہے جو دینی مدارس کے نصابِ تعلیم کے ذریعہ اپنے دین کو سیکھنا اور اپنی عاقبت کو سنوارنا چاہتا ہے۔ اگر مجوزہ سرکاری منصوبہ کے مطابق دینی مدارس میں بھی وہی نصابِ تعلیم جاری کر دیا جائے جس کی افراط بدہضمی کی حد تک پہنچ گئی ہے (اور جدید تعلیم گاہوں کے ہزاروں افراد اچھی اچھی ڈگریوں کا لشتارہ لئے بے روزگاری کی وادیِ تیہ میں سرگرداں ہیں) تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ ہزاروں میں سے ایک فرد جو دین سیکھنے کے لیے دینی مدارس کو قبلۂ توجہ بناتا تھا اس کے لیے بھی کوئی پناہ باقی نہیں رہے گی ——— اس لیے دینی مدارس کو جدید تعلیم گاہوں میں ڈھالنے کے بجائے یہی بہتر ہے کہ ان مدارس کو ان کے حال پر رہنے دیا جائے اور جو لوگ سرکاری مراعات کے خواہشمند ہوں ان کو مشورہ دیا جائے کہ وہ دینی مدارس کے بجائے جدید تعلیم گاہوں سے استفادہ کریں۔ دینی مدارس کو جدید تعلیم گاہوں میں تبدیل کر کے ان کی قلبِ ماہیت علماءِ کرام کا ایک ایسا جرم ہوگا جسے تاریخ کبھی معاف نہیں کرے گی۔

چہارم: اس ضمن میں ہم اربابِ حکومت سے بھی عرض کرنا چاہتے ہیں کہ ان کا اخلاص و خیر خواہی سر آنکھوں پر، لیکن دینی مدارس کے بارے میں جو منصوبہ زیرِ غور ہے اس کو بروئے کار لانا حکومت کے لیے بہت سی پریشانیوں کا باعث ہوگا۔

۱:۔ وفاق المدارس سے منسلک مدارس اور دیوبندی مکتبِ فکر کے علماء اس منصوبہ کو متفقہ طور پر مسترد کر چکے ہیں اور وہ قومی کمیٹی اور قومی بورڈ سے قطع تعلق کر چکے ہیں۔ اگر بزورِ قانون اس منصوبہ کو نافذ کر دیا گیا تو ملک میں ایک ہیجان برپا ہوگا۔ اور موجودہ حالات میں ملک و ملت ایسے کسی ہیجان کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ اس لیے ہم مؤدبانہ گذارش کریں گے کہ دینی مدارس کے علماء و طلبا کے حساس طبقہ کو ہرگز پریشان نہ کیا جائے۔ اور ہم محسوس کرتے ہیں کہ جو لوگ یہ منصوبہ پیش کر رہے ہیں، وہ درحقیقت حکومت سے بدخواہی کے مرتکب ہیں۔

۲:۔ دینی مدارس موجودہ حالات میں اہلِ خیر کے چندوں سے چندوں سے چل رہے ہیں اور ان کا کوئی بوجھ سرکاری خزانہ پر نہیں لیکن وزارتِ تعلیم کے مجوزہ منصوبہ میں صرف چھ سال کے ابتدائی مرحلہ کے لیے (۹ اعشاریہ ۶۷) ملین اخراجات کا اندازہ کیا گیا ہے۔ جب کہ اصل اخراجات اس سے کہیں زیادہ ہوں گے۔ اور سرکاری تحویل میں جانے کے بعد یہ توقع رکھنا عبث ہے کہ ان دینی مدارس کو قوم چندے دیا کرے گی۔ ظاہر ہے کہ کروڑوں کے ان اخراجات کو پورا کرنے کے لیے حکومت کو ٹیکس وغیرہ کے ذرائع استعمال کرنا پڑیں گے اور جو نتائج حکومت کے پیشِ نظر ہیں وہ بھی پورے نہیں ہوں گے۔ حکومت کو اپنی موجودہ مشکلات کے ساتھ ایک نئے دردِ سر کا چھیڑنا ایک بے مقصد سی بات ہوگی۔

۳:۔ سرکاری تعلیم گاہوں میں آئے دن اساتذہ و طلبا کے مطالبات کا ہنگامہ رہتا ہے۔ اگر دینی مدارس کو سرکاری سرپرستی میں دے دیا گیا تو ان اداروں میں مطالبات اور ہنگاموں کی ایک نئی روایت قائم ہوگی جو نہ صرف حکومت کے لیے موجبِ تشویش ہوگی بلکہ دینی مدارس کے علماء و طلبا کے شایانِ شان بھی نہیں ہوگی۔ اس لیے دینی مدارس کو ماڈرن بنانا نہ حکومت کے لیے مفید ہوگا نہ دینی مدارس کے علماء و طلبا کے لیے۔ ان کے لئے بوریا نشین فقر ہی موزوں ہے اور ان کو اسی حالت میں رہنا اور رکھنا چاہیئے۔ واللہ الموفق (بینات کراچی)

مجوزہ "آرڈی ننس برائے قیام مدرسہ بورڈ" کے خلاف

# وفاق المدارس العربیہ (دیوبندی تنظیم) کی قرارداد اور "بیّنات" کا تبصرہ

قیامِ پاکستان سے اب تک افسر شاہی کی طرف سے وقتاً فوقتاً یہ کوشش ہوتی رہی ہے کہ دینی مدارس کو سرکاری تحویل میں لے کر ان کی موجودہ افادیت کو ختم کر دیا جائے اور انہیں جدید نظامِ تعلیم کی مشینری کا ایک پرزہ بنا دیا جائے ابھی چند ہی سال پہلے ۱۹۷۹ء میں صدرِ مملکت کی جانب سے ایک "قومی کمیٹی برائے دینی مدارس" قائم کی گئی جس نے دینی مدارس کے بارے میں اپنی تجاویز اور سفارشات پیش کیں۔ جنوری ۱۹۸۱ء کے بیّنات میں راقم الحروف نے اس رپورٹ پر ایک مفصل تبصرہ کیا تھا[1]۔

بعدازاں تجاویز اور سفارشات کو بروئے کار لانے کے لئے وزارتِ تعلیم نے ایک منصوبہ کا خاکہ مرتب کیا جس کا متن مع راقم الحروف کے تبصرے کے اپریل ۱۹۸۱ء کے بیّنات میں شائع ہوا[2]۔

"وفاق المدارس العربیہ" کی جانب سے اس سرکاری منصوبہ کے خلاف شدید ردعمل کا اظہار کیا گیا تھا[3]۔

اب یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کی جانب سے "آرڈی ننس برائے قیام مدرسہ بورڈ" کا مسوّدہ سامنے آیا ہے جس کے ذریعہ "مدرسہ بورڈ" کو قانونی شکل دی گئی ہے۔ اور دینی مدارس کو اسی بورڈ کے ماتحت اور اس کی ہدایات کا پابند کر دیا گیا ہے[4]۔

"وفاق المدارس العربیہ" نے اس مسوّدہ کے خلاف اپنے ردِّ عمل کا اظہار مندرجہ ذیل قرارداد کے ذریعہ کیا ہے۔

## قرارداد کا متن

"آج بتاریخ ۲۴ جمادی الاخریٰ ۱۴۰۵ھ بمطابق ۱۷ مارچ ۱۹۸۵ء جامعۃ العلوم الاسلامیہ کراچی میں وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی مجلس عاملہ کا ایک اہم ہنگامی اجلاس زیرِ صدارت حضرت مولانا محمد ادریس میرٹھی منعقد ہوا۔ جس میں ۱۹ ارکان شریک ہوئے۔

اجلاس میں یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کے ترتیب دئے ہوئے مجوزہ "مسودۂ قانون برائے مدارسِ عربیہ" پر غور کیا گیا۔ اجلاس میں متفقہ طور پر یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی طرف سے اس مسودۂ قانون کو مسترد کیا جاتا ہے جس کی وجوہات حسب ذیل ہیں۔

۱۔ صدرِ مملکت کی قائم کردہ "قومی کمیٹی برائے دینی مدارس" نے ۱۹۸۰ء میں ایک رپورٹ مرتب کی تھی جسے "وفاق المدارس العربیہ پاکستان" کی مجلس شوریٰ اور مجلس عمومی کے مشترکہ اجلاس میں (جو ۲ محرم الحرام ۱۴۰۱ھ مطابق ۳۰ نومبر ۱۹۸۰ء کو مدرسہ قاسم العلوم ملتان کے دارالحدیث میں منعقد ہوا تھا) ایک متفقہ قرارداد کے ذریعہ مسترد کر دیا گیا تھا۔ زیرِ بحث حالیہ مسودۂ قانون بھی قومی کمیٹی کے مسودۂ قانون کا چربہ ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ نقصان دہ ہے۔ لہٰذا اس کے قبول کئے جانے کا سوال ہی خارج از بحث ہے۔

۲:۔ اس مسودۂ قانون کے ذریعہ مدارس دینیہ کی ہیئت

---

[1] یہ تبصرہ ص۱۵-۲۰ پر ملاحظہ فرمائیں۔
[2] یہ تبصرہ مع متن ص۲۱-۲۷ پر ملاحظہ فرمائیں۔
[3] "وفاق المدارس العربیہ" کی یہ قرارداد ص۲۴ پر ملاحظہ ہو۔
[4] دیکھئے مسودہ کا متن ص۱۱-۱۴

کو بدلنے، ان کی آزادی کو سلب کرنے، انہیں حکومتی اداروں کے تابع بنانے کی کوشش کی گئی ہے جس سے مدارس عربیہ کا مقصد وجود فوت ہو جاتا ہے۔

۳:- پاکستان میں دینی مدارس کی رُوح کچلنے اور انہیں حکمرانوں کے منشاء کے مطابق ڈھالنے کی کوششیں قریباً ہر دور میں ہوتی رہی ہیں۔ "وفاق المدارس العربیہ پاکستان" کی تنظیم بجا طور پر محسوس کرتی ہے کہ حالیہ مسودۂ قانون بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے جس کے ذریعہ مدارس عربیہ کو ایک سرکاری بورڈ کے حوالے کرنا پیش نظر ہے۔ جبکہ اس بورڈ کے بیشتر ارکان سرکاری آفیسروں پر مشتمل ہیں جو ظاہر ہے کہ دینی تعلیم اور مدارس عربیہ کے مزاج و مقاصد ہی سے ناآشنا ہیں۔ اس لیے "وفاق المدارس العربیہ پاکستان" اس یکسر مسترد کرنے پر مجبور ہے۔

۴- یہ مسودۂ قانون جس طرح اندھیرے میں بیٹھ کر مرتب کیا گیا ہے وہ ایک الگ داستان ہے، ۱۳ فروری ۱۹۸۵ء کے نگران کمیٹی کے اجلاس میں طے ہوا تھا کہ مجوزہ بورڈ وفاق کی طرح خالصتہً دینی مدارس کے حضرات پر مشتمل ہوگا اور چاروں ناظمین وفاق پر مشتمل ذیلی کمیٹی بورڈ کا جو خاکہ تیار کرے گی وہ "نگران کمیٹی" میں پیش ہوگا لیکن ۱۳ فروری کے محولا بالا فیصلہ سے رُوگردانی کی گئی، مجوزہ بورڈ کو مدارس کے باہر کے لوگوں سے بھر دیا گیا ہے اور "نگران کمیٹی" کا اجلاس بلانے کے بجائے گھر میں بیٹھ کر اس کا مسوّدہ قانون مرتب کر لیا گیا۔ اور اب اسے بالا بالا نفاذ کے لئے بھیجا جا رہا ہے۔

مندرجہ بالا وجوہات کی بناء پر یہ مسودۂ قانون ہم مسترد کرتے ہیں، اگر اس کو نافذ کیا گیا تو دینی طبقوں میں شدید اضطراب پیدا ہوگا جو کسی طرح ملک وملت کے لیے مفید نہیں۔ اس لئے صدر پاکستان سے گذارش ہے کہ وہ اس کو نافذ نہ کریں"۔

## تبصرۂ مزید از مدیر "بیّنات"

"وفاق المدارس العربیہ" کی اس متفقہ قرارداد کے بعد اس مسودۂ قانون پر کسی تبصرے کی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی۔ لیکن دو چیزوں کی وضاحت ضروری ہے۔

**اوّل** یہ کہ اس مسودۂ قانون کی تمہید میں کہا گیا ہے کہ:

"نگران کمیٹی برائے دینی مدارس قائم کردہ یونیورسٹی گرانٹس نے جس میں تمام مکاتب فکر کے نمائندہ علماء شامل ہیں، اپنے اجلاس منعقدہ ۱۳ فروری ۱۹۸۵ء میں متفقہ سفارش کی کہ:

"ایک خود مختار ادارہ قائم کیا جائے جو کہ دینی مدارس کے امتحانات کا انعقاد، نتائج کا اعلان اور اسناد کا اجراء جیسے اہم امور انجام دے۔ اور اس کو ملک میں کسی بھی وفاق/تنظیم یا انفرادی مدرسہ کے الحاق کا اختیار ہو۔ اس کے قیام سے تمام مسائل جو اس وقت دینی مدارس کو درپیش ہیں بشمول سندات کی معادلت، نصاب کا معیار وغیرہ حل کرنے میں مدد ملے"

اس اقتباس سے یہ تأثر ملتا ہے کہ یہ مسودۂ قانون تمام مکاتب فکر پر مشتمل نگران کمیٹی کی ہدایت اور مشورے سے مرتب کیا گیا ہے، حالانکہ یہ قطعاً خلاف واقعہ ہے۔ نگران کمیٹی کی سفارش یہ تھی کہ یہ بورڈ دینی مدارس کے افراد پر مشتمل ہونا چاہیئے۔ لیکن زیر نظر مسودۂ قانون میں نگران کمیٹی کی سفارش کے علی الرغم بورڈ کے ارکان (صدر کے علاوہ) گیارہ تجویز کئے گئے ہیں۔ ان میں چار دینی مدارس سے لیے گئے ہیں اور باقی سات یونیورسٹی گرانٹس کمیشن، وزارت تعلیم، وزارت مذہبی امور، اسلامی یونیورسٹی، اور زکوٰۃ بورڈ سے لیے گئے ہیں۔ اور یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کے چیئرمین کو "مدرسہ بورڈ" کا صدر تجویز کیا گیا ہے۔ بورڈ کی اس ہیئت ترکیبی سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ یہ بورڈ مدارس عربیہ کے بارے میں کس قسم کے فیصلے کرے گا، اور یہ کہ مدارس عربیہ ان فیصلوں کے سامنے کس قدر بے دست و پا ہوں گے؟ کیا تمام مکاتب فکر کے نمائندہ علماء پر مشتمل نگران کمیٹی نے ایسے ہی بورڈ کے قیام کی تجویز پیش کی تھی؟ جس کا خاکہ اس مجوزہ آرڈی ننس میں پیش کیا گیا ہے؟

پھر جب کہ وفاق المدارس العربیہ کی قرارداد میں کہا گیا ہے کہ نگران کمیٹی نے فیصلہ کیا تھا کہ مدرسہ بورڈ کا مسودہ غور و فکر

کے لئے نگران کمیٹی کے سامنے پیش کیا جائے گا۔ اور کمیٹی اس میں ضروری اصلاح وترمیم کے بعد منظوری دے گی لیکن آرڈی ننس کا مسودہ مرتب کرنے والے بزرجمہروں نے اس فیصلے سے صریح انحراف کرتے ہوئے نگران کمیٹی کو آرڈی ننس کا مسودہ دکھانے کی بھی زحمت ضروری نہیں سمجھی، نہ اس میں کسی صلاح وترمیم کی گنجائش محسوس کی بلکہ اسے حرف آخر تصور کرتے ہوئے سیدھا صدر مملکت کو نفاذ کے لیے بھیج دیا گیا۔ اس کے باوجود یہ تاثر دینا کہ یہ مسودہ گویا "تمام مکاتب فکر کے علماء" کی نگرانی اور مشورہ سے تیار کیا گیا ہے۔ کس قدر خلافِ واقعہ جسارت ہے۔

اسی مسودہ میں "مدارس بورڈ" کے جو اختیارات وفرائض اور اس کا جو دائرۂ عمل تجویز کیا گیا ہے۔ (دیکھئے مسودہ کی شق ۲-۶ الف) اس پر ایک نظر ڈالنے سے اندازہ ہوگا کہ اس آرڈی ننس کے بعد مدارس عربیہ کی آزادی وخود مختاری محض ایک مہمل لفظ ہوگا،

ورنہ نصاب تعلیم، نظام تعلیم اور معیار تعلیم میں دینی مدارس بورڈ کی ہدایات کے قانوناً پابند ہوں گے اور ان کی زمام اختیار تمام تر بورڈ کے ہاتھ میں ہوگی۔ یہ جیسا کہ ہم پہلے عرض کرچکے ہیں۔ ملک سے دینی مدارس کے نظام کو ختم کرنے اور دینی تعلیم کی روح کو کچلنے کے مترادف ہے۔

حق تعالیٰ شانہٗ دین، دینی علوم اور دینی مدارس کی حفاظت فرمائے۔ وصلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ واتباعہ اجمعین الی یوم الدین۔ (ماہنامہ "بینات" کراچی - مئی ۱۹۸۵ء)

## حافظ کلیم اللہ کہاں ہیں

حافظ کلیم اللہ ولد امیر محمد راجہ جنگ کے رہنے والے جہاں کہاں ہوں خود یا کسی صاحب کو ان کا علم ہو تو درج ذیل پتہ پر مطلع کریں۔

(حافظ بشیر احمد بھوجیانی مہتمم جامعہ فیض الاسلام لبوسے والا روڈ میاں چنوں)

الاعتصام کا پانچ سال قبل کا ایک اداریہ

حافظ صلاح الدین یوسف

# مدارسِ دینیہ، پس منظر، مقاصد اور خدمات

## حکومت اور منتظمینِ مدارس کی خدمت میں

مدارسِ دینیہ عربیہ، جن میں قرآن وحدیث اور ان سے متعلقہ علوم کی تعلیم دی جاتی ہے۔ صدیوں سے ایک اپنے مخصوص نظام و مقصد کے تحت آزادانہ دین کی خدمت سرانجام دے رہے ہیں۔ ان مدارسِ دینیہ کے پس منظر، غرض وغایت اور ان کی عظیم دینی خدمات سے ناواقف لوگ ان کے متعلق مختلف قسم کی باتیں بناتے رہتے ہیں کبھی ان مدارس کو بے مصرف اور ان میں پڑھنے پڑھانے والے طلباء و علما کو "یادگارِ زمانہ" کہا جاتا ہے۔ کوئی انہیں مُلّائے مکتب اور رابطہ مسجد قرار دیتا ہے جو ان کی نظر میں زمانے کی ضروریات اور تقاضوں سے ناآشنائے محض ہیں۔ اور کوئی "اصلاح" کے خوشنما عنوان سے اور "خیر خواہی" کے دلفریب پردے میں بازدِ شکرہ (؟) کے روایتی قصے کی طرح انہیں ان کی تمام خصوصیات سے محروم کردینا چاہتے ہیں۔ غرض یہ مدارس اور ان میں تعلیم حاصل کرنے والے طلباء "جتنے منہ اتنی باتیں" کے مصداق ہر کہ ومہ کی تنقید کا نشانہ اور اربابِ دنیا کے طعن وتشنیع کا ہدف ہیں۔

لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہ مدارس اپنے مخصوص پسِ منظر اور خدمات کے لحاظ سے اسلامی معاشرے کا ایک ایسا اہم حصہ ہے جس کی تاریخ اور خدمات سنہرے الفاظ سے لکھے جانے کے قابل ہے۔ ان میں پڑھنے پڑھانے والے نفوسِ قدسیہ نے ہر دور میں باوجود بے سروسامانی کے دینِ اسلام کی حفاظت وصیانت کا قابلِ قدر فریضہ انجام دیا ہے۔ ان مدارس کے قیام کا پس منظر یہی تھا کہ جب حکومتوں نے اسلام کی نشر واشاعت میں دلچسپی لینا بند کردی۔ اور اسلامی تعلیم وتربیت میں مجرمانہ تغافل برتا تو علمائے اسلام نے اربابِ حکومت اور اصحابِ اختیار کی اس کوتاہی کی تلافی یوں کی کہ دینی تعلیم وتربیت کے ادارے قائم کئے جو عوام کے رضاکارانہ عطیات اور صدقات وخیرات سے چلتے تھے، یہ دینی ادارے بالعموم سرکاری سرپرستی سے محروم ہی رہے ہیں۔ اور اسی میں ان کے تحفظ وبقا اور بے لوث خدمات کا راز مضمر ہے۔ بالخصوص برِّ صغیر ہند میں، جبکہ انگریزوں نے لارڈ میکالے کے نظریۂ تعلیم کے مطابق انگریزی تعلیم کو رواج دیا۔ اور مسلمان عوام ملازمت اور دیگر مناصب ومراعات کے لالچ میں کالج اور یونیورسٹیوں کی طرف دیوانہ وار لپکے اور دینی تعلیم اور دینی اقدار سے بے اعتنائی وبیگانگی برتنے لگے تو علماء نے اس دور میں ہندوستان کے قریہ قریہ اور گاؤں گاؤں دینی مدارس کا جال پھیلا دیا۔ جب سے اب تک وہی انگریزی تعلیم جاری ہے۔ جس کے دو مقصد تھے۔ ایک دفتروں کے لئے کلرک اور بابو پیدا کرنا، دوسرا مسلمان کو ان کے دین اور اس کے شعائر واقدار سے بیگانہ کردینا۔ بدقسمتی سے دورِ غلامی کا یہ مخصوص نظامِ تعلیم اپنے مخصوص مقاصد سمیت تاحال قائم ہے۔ اسی لیے دینی مدارس کی ضرورت بھی محتاجِ وضاحت نہیں۔ اس لیے علماء جب سے اب تک ان مدارس کے ذریعے سے دین کے نشر واشاعت اور دینی اقدار وشعائر کی حفاظت وصیانت کا فریضہ نامساعدتِ احوال اور انتہائی بے سروسامانی کے باوجود سرانجام دے رہے ہیں۔ یہ انہی مدارس کا فیض ہے کہ ملک میں اللہ رسول ﷺ کا چرچا ہے۔ حق وباطل کا امتیاز قائم ہے، دینی اقدار وشعائر کا احترام وتصور عوام میں موجود ہے۔ اور عوام اسلام کے نام پر مرمٹنے

کے لئے ہمہ وقت تیار رہتے ہیں۔

دینی مدارس کے اس پس منظر، غرض و غایت اور خدمات سے واضح ہو جاتا ہے کہ ان کے قیام کا مقصد، ڈاکٹر، وکیل، انجنیئر، صنعت کار اور کلرک و بابو پیدا کرنا نہیں بلکہ علوم دینیہ کے خادم، دین اسلام کے مبلغ، قرآن کے مفسر، احادیث کے شارح اور دین متین کے علمبردار تیار کرنا ہے۔ ان کا نصاب تعلیم اسی انداز کا ہے جن کو پڑھ کر وارثان منبر و محراب ہی پیدا ہوتے ہیں کیونکہ ان کا مقصد ایسے ہی رجال کار پیدا کرنا ہے نہ کہ دیگر شعبہ ہائے زندگانی میں کھپ جانے والے افراد۔ اس لیے بنیادی طور پر ان کے نصاب تعلیم میں تبدیلی یا ان کی آزادانہ حیثیت میں تغیر دونوں چیزیں ان کے مقصد وجود کی نفی کے مترادف ہیں۔

نصاب تعلیم میں بنیادی تبدیلی سے دینی مدارس سے فارغ ہونے والے طلباء نہ دین کے رہیں گے نہ دنیا کے۔ اگر کسی محدود سے مفاد کے ساتھ وہ دنیوی شعبے میں کھپنے کے لائق ہو بھی گئے تو بہر حال یہ تو واضح ہے کہ دینی علوم اور مذہبی تبلیغ سے ان کا رابطہ ختم ہو جائے گا۔ یا اگر رہے گا بھی تو اس انداز کا نہیں رہے گا، جو اسلامی علوم کی نشر و اشاعت اور اس کی تبلیغ کے لئے مطلوب ہے۔ اس طرح ان مدارس سے دین کے وہ خدام تیار ہونے بند ہو جائیں گے جن کے ذریعے سے قال اللہ وقال الرسول کی صدائیں بلند ہو رہی ہیں۔ ائمہ و خطباء، حفاظ و قراء اور مدرسین و مؤلفین پیدا ہو رہے ہیں جن سے مختلف دینی شعبے کی تمام ضروریات پوری ہو رہی ہیں۔ اگر نصاب تعلیم کی تبدیلی سے یہی نتیجہ نکلا (اور یقیناً یہی نکلے گا) تو ظاہر بات ہے کہ مدارس دینیہ کی مخصوص حیثیت ختم ہو جائے گی۔ اور وہ بھی عام دنیوی اداروں (اسکول، کالج، یونیورسٹی وغیرہ) کی طرح ہو جائیں گے حالانکہ دنیوی تعلیم کے یہ ادارے پہلے ہی ہزاروں اور سینکڑوں کی تعداد میں ہر چھوٹی بڑی جگہ موجود ہیں اور حکومت ان پر کروڑوں روپیہ خرچ کر رہی ہے۔ بنا بریں دینی مدارس کے نصاب میں بنیادی تبدیلی کے پیچھے خواہ کتنے ہی مخلصانہ جذبات اور خیر خواہانہ محرکات کارفرما ہوں۔ تاہم یہ جذبات و محرکات بالغ نظری کی بجائے سطحیت کا شاخسانہ ہیں اور اس سے دینی تعلیم اور دینی ضروریات کا سارا نظام تلپٹ ہو سکتا ہے۔ لاقدرہا اللہ۔

اسی طرح ان مدارس دینیہ کی آزادانہ حیثیت ختم کر کے ان کو سرکاری سرپرستی میں دے دینا بھی سخت خطرناک ہوگا۔ حکومتیں بدلتی رہتی ہیں بالخصوص آج کل جب کہ کسی حکومت کو قرار نہیں، اور نظریاتی انتشار، فکری بے راہروی اور مغرب سے مرعوبیت عام ہے ہو سکتا ہے ایک حکومت مخلص ہو اور وہ فی الواقع دینی مدارس کو اپنی سرپرستی میں لے کر دینی علوم کی زیادہ سے زیادہ نشر و اشاعت کرنا چاہتی ہو، لیکن اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ کل کلاں کو انتقال اقتدار کا مرحلہ آیا اور حکومت سابقہ حکومتوں جیسے سیکولرسٹ، ابن الوقت یا کسی سوشلسٹ و کمیونسٹ کے ہاتھ میں آگئی تو وہ ان مدارس کو اپنے مخصوص مقاصد کے لیے استعمال نہیں کرے گا۔ یا ان کی دینی حیثیت کو تبدیل نہیں کرے گا۔ بنا بریں دینی اداروں کو سرکاری سرپرستی سے بچا کر رکھنا بھی ان کی دینی افادیت و حیثیت کو برقرار رکھنے کے لئے انتہائی ضروری ہے۔ سرکاری سرپرستی کسی موقع پر ان کے لیے دست غیب کی بجائے دست اجل بھی ثابت ہو سکتی ہے جس طرح ترکی میں مصطفےٰ کمال کے دور میں ہوا کہ دینی اداروں کا وجود بالکل ختم کر دیا گیا۔

دینی مدارس کے سلسلے میں یہ چند گزارشات اس لیے پیش کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی ہے کہ موجودہ حکومت بھی اس محاذ پر کچھ سرگرمی دکھا رہی ہے۔ اور اس نے ایک کمیٹی بھی اس سلسلے میں قائم کی ہے جو تمام مدارس دینیہ کے کوائف، نصاب اور دیگر معلومات جمع کر رہی ہے۔ ہمارے خیال میں اس محاذ پر حکومت کی سرگرمی صحیح نہیں۔ ہم ایک تو حکومت سے عرض کریں گے کہ وہ دینی مدارس کو ان کے حال پر چھوڑ دیں۔ یہ ٹھیک ہے کہ دینی اداروں میں بہت سی چیزیں اصلاح طلب ہیں، اس سے انکار نہیں لیکن حکومت اس شعبے کو کم از کم اپنے اصلاحی اقدامات سے خارج کر دے۔ زندگی کے اور دیگر تمام شعبے سخت اصلاح طلب ہیں، حکومت اپنی توجہ تمام تر اس طرف مبذول کرے۔ اگر دینی تعلیم کے اہتمام کا زیادہ ہی شوق ہے تو وہ اپنا یہ مقصد اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں

کے نصاب میں ضروری تبدیلی کر کے حاصل کر سکتی ہے۔ اور حکومت کو یہ مقصد اسی ذریعے سے ہی حاصل کرنا چاہیئے کیونکہ دینی ادارے گو کتنے ہی اصلاح طلب ہوں تاہم وہ ملک میں اخلاقی انارکی، فکری بے راہ روی اور نظریاتی انتشار نہیں پھیلا رہے جب کہ اسکول و کالج وغیرہ یہ کام بڑی سرگرمی سے انجام دے رہے ہیں اس لئے اصل ضرورت اسکول و کالج اور یونیورسٹیوں کے نصاب میں تبدیلی، ان کے انتظامی معاملات میں دخل اندازی اور ان کی سرگرمیوں پر کڑی نظر رکھنے کی ہے نہ کہ مدارس دینیہ کے نصاب یا نظم و نسق میں دخل اندازی کی۔

دوسری طرف مدارس دینیہ کے ارباب انتظام اور مسند نشینان درس و افتاء سے بھی ہم عرض کریں گے کہ ان کی اصل پونجی اعتماد علی اللہ ہے۔ اب تک توکلاً علی اللہ ہی تمام مدارس دینیہ اپنا کام کرتے آئے ہیں اور انتہائی بے سروسامانی کے عالم میں بھی انہوں نے دینی علوم کی خدمت کا علم سرنگوں نہیں ہونے دیا ہے اور کچھ نہ ہونے کے باوجود اپنے دوائر میں بہت کچھ کیا ہے۔ اس موقع پر جب کہ حکومت ان کی امداد و سرپرستی کے لیے کچھ پر تول رہی ہے، بہت تدبر اور فراست سے کام لینے کی ضرورت ہے۔ اور انہیں تمام پہلوؤں کا جائزہ لینے کے بعد ہی حکومت کی امداد و سرپرستی یا اس کی دخل اندازی کے قبول یا عدم قبول کا فیصلہ کرنا چاہیئے۔ محض حکومت کی گرانٹ ہی ان کے لیے باعث کشش یا دینی مدارس سے فارغ ہونے والے طلبا کا سرکاری اداروں میں ملازمت کی توقع ہی ان کا مرکز توجہ نہ ہو۔ بلکہ اصل چیز ان کی وہ تاریخی حیثیت ہے جس کی رو سے وہ آزادانہ طور پر دین و علم اور ملک و ملت کی خدمات سرانجام دیتے آئے ہیں اور بحمد اللہ اب تک دے رہے ہیں۔ کسی عاجلانہ اقدام یا نافعانہ خواہش سے اگر وہ اپنے اس تاریخی کردار سے محروم ہو گئے تو یہ بھی بہت بڑا المیہ ہو گا۔

ولا تلبسوا الحق بالباطل وتکتموا الحق وانتم تعلمون۔

(الاعتصام ۶ اپریل ۱۹۸۵ء)

بسلسلہ ارباب مدارس اور طلبائے علومِ دینیہ

حضرت مولانا محمد عطاء اللہ حنیف حفظہ اللہ

# علومِ دینیہ کی ترقی اور ترفّع کے لئے ایک اہم تجویز

## شہیدینِ رحہ بالاکوٹ کے ارشاد کی روشنی میں

حضرت الاستاذ المحترم حفظہ اللہ کا یہ مضمون آج سے کئی سال قبل اُس وقت کا تحریر کردہ ہے جب کہ دینی مدارس کے نصاب میں جدید تعلیم کی پیوندکاری کی تجویزیں اور صدائیں کبھی کبھی اور وہ بھی صرف اِکّا دُکّا حضرات کی طرف سے سُننے میں آتی تھیں اور اکثر مدارسِ دینیہ اس سے محفوظ تھے۔ لیکن اب یہ تجویزیں باقاعدہ منصوبوں کی شکل اختیار کر گئی ہیں۔ جیسا کہ حکومت بھی اس کے لئے پَر تول رہی ہے اور بہت سے دینی مدارس عملاً اس پیوندکاری کا شکار ہو چکے ہیں۔ اس لئے اس مضمون کی اہمیت و افادیت پہلے کی نسبت کئی گنا بڑھ گئی ہے۔ یہ گراں قدر مضمون وقت کی اسی ضرورت کے پیشِ نظر (دیگر مضامین کے ساتھ) اصلاحِ احوال اور علومِ دینیہ کی ترقی و ترفّع کے نقطۂ نظر سے شائع کیا جا رہا ہے کاش متعلقہ حضرات اس پر غور فرما سکیں۔ (ص۔ ی)

ہر مسلمان کا ایمان ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالےٰ ہمیشہ کی طرح اب بھی اپنے دین اور علومِ دین کی حفاظت کے ضرور سامان پیدا کرے گا۔ جیسا کہ اس کی ایک سُنّتِ دائمہ کو قرآن حکیم کی اس آیت میں بیان فرمایا گیا ہے۔

وَاِنْ تَتَوَلَّوْا یَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَکُمْ ثُمَّ لَا یَکُوْنُوْا اَمْثَالَکُمْ (سورۂ محمد)

اور جس کی مثالیں اسلام کی زریں تاریخ میں موجود ہیں۔ لیکن علومِ دین کے سلسلے میں ہمارے ہاں کا دن بدن رُو بہ ترقی علمی انحطاط تشویشناک صورت اختیار کرتا جا رہا ہے اسکے اسبابِ واقعیہ کی طرف بھی توجہ کی ضرورت سے کوئی ہوشمند انکار نہیں کر سکتا۔

اس قابلیتی بحران کے بہت سے اسباب تشخیص کئے گئے اور کئے جا رہے ہیں جن کی تفصیل اور ان کے جائزہ کی بحث تو اس وقت موجب طوالت ہوگی۔ آج کی صحبت میں ہمیں، اربابِ فکر و نظر اور اصحاب حل و عقد — "اصحابِ حل و عقد" سے فی الوقت ہماری مراد علماء کرام اور حسّاس و متدین دولت مند طبقہ سے ہے" — کی خدماتِ عالیہ میں ایک ایسے اہم سبب کا ذکر کرنا چاہتے ہیں' جس کی طرف موجودہ تحریکِ احیاء و تجدیدِ توحید و سنت کے بانی حضرت مولانا محمد اسماعیل شہید (۱۲۴۶ھ) قدس اللہ رُوحہ نے اشارہ فرمایا تھا۔ مولانا ممدوح اپنے شیخ طریقت حضرت سید احمد شہید رحہ کے ملفوظات یعنی کتاب "صراطِ مستقیم" میں لکھتے ہیں :-

بایددانست کہ در جوہر اولاد کُبراء استعدادے مکنون بطریق میراث از آبائے کرام ایشاں ودیعت مے نہند، لیکن آں محض استعداد در ہیچ یکے از امورِ معاشیہ و معادیہ کارآمدنی نیست آرے اگر ہماں استعداد بر روئے کار آید و بہ سبب

تعلیم و تعلم و تشرع و تدین جلوہ گر شود، البتہ ظہر امور عظیمہ و مصدر منافع جلیلہ خواہد شد و ایں استعداد مکنونہ را مشابہ استعدادات ازلیہ کہ نصیبہ ہر شخص در ازل الازل استعدادے از استعدادات صالحہ یا فاسدہ گردیدہ باید فہمید اما بنائے مجازاۃ بر محض آں استعدادات نیست۔ الخ (ص ۶۶ طبع مجتبائی دہلی ۱۳۲۲ھ)

یعنی "واضح رہے کہ شرفاء (غالباً پرانے علمی و منصبی خاندان مراد ہوں گے جو قدیم ایام سے دینی و دنیوی اعلیٰ مناصب پر فائز چلے آرہے تھے) میں اللہ تعالیٰ نے فطانت و ذہانت اور شرافت کا ایک جوہر ودیعت کر رکھا ہے جو آباء و اجداد سے ان میں وراثتاً منتقل ہو کر آتا ہے۔ مگر صرف یہ فطری استعداد ہرگز ہرگز کارآمد نہیں جب تک کہ علوم دینیہ کی تعلیم و تعلم اور تشرع و تدین کے ذریعے سے ان قابل جوہروں کی تربیت نہ کی جائے۔ بلاشبہ اس ذہین و فطین طبقے کی علمی و دینی تربیت سے بڑے مفید نتائج ظاہر ہو سکتے ہیں۔" (خلاصہ)

اس ارشاد کی روشنی میں عربی کی پچھلی پون صدی کی تعلیمی رفتار اور معیار قابلیت کی بتدریج پستی کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہو گا کہ مومنانہ فراست کا مذکورہ بالا تجزیہ کس قدر درست ہے ——!

برصغیر پر عیسائیوں کی حکومت مسلط ہونے کے بعد مسلمانوں کے ذہین طبقے نے عربی کے بجائے انگریزی کا رخ کیا اور اسلامی نظام تعلیم کے بجائے ان کا میلان انگریزوں کے درآمد کردہ عیسائی نظام تعلیم کی طرف ہو گیا —— "عیسائی" اس لیے کہ بالعموم اس کا فائدہ بلاواسطہ یا بالواسطہ عیسائیت کو ہی پہنچا" اسلام کو نہیں —— جبکہ دائرۂ کار سے مذہب اور اسلام کے اعلیٰ اخلاقی اقدار خارج تھے۔ یہ بات سر کی آنکھوں سے صاف نظر آرہی تھی مگر ہوا یہ کہ "کرتا دھرتا" کی اکثریت اور قدیمی علمی خاندانوں نے اپنے نونہالوں کو جنہیں ورثہ میں" اعلیٰ استعداد کا جوہر" ودیعت ہوا تھا۔ دہلی (مرحوم)، لکھنؤ، دیوبند، رام پور، امرتسر (مرحوم)، حجاز، مصر، شام کے عربی دارالعلوموں اور تفسیر و حدیث کے مدارس کے بجائے علی گڑھ، لندن، کیمبرج اور امریکہ وغیرہ بھیجنا شروع کر دیا۔ جو عیسائی تعلیم کے گڑھ ہیں۔ انتہا یہ کہ یہ وباء بعض علمائے عربیت کے گھروں میں بھی گھس آئی جنہوں نے عربی ہی کی بدولت قوم میں عزت پائی اور شہرت و حیثیت کے مالک ہوئے۔ ان حضرات نے بھی اپنی اولاد کو اسکول و کالج ہی کی طرف دھکیل دیا۔ تا آنکہ —— وہ "استعدادی جوہر" سے کام لے کر بہترین "دفتریت" کے مقام رفیع پر فائز ہو گئے —— اور اس طرح اپنے طرز عمل سے عام مسلمانوں کو بھی عربی پر انگریزی کی ترجیح کا تاثر دیا۔ جس سے قومی لیکچر اور وعظ بے اثر ہو کر رہ گئے۔ اس پر مستزاد یہ کہ کالج کی "تعلیم" تمتعات مادیہ کا حصول اور خوش حال زندگی بسر کرنے کا مستقبل نظر آرہا تھا۔ اور اب؟

اب یہ سیلاب بلا ہے کہ تھمتا نظر نہیں آتا!

سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایسا کیوں ہے کہ علماء تک اس رو میں بہہ گئے؟ اکثر ذہین و طباع حضرات اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ عربی کے مروجہ نظام تعلیم میں جاذبیت و کشش نہیں۔ اس میں معاشی مسئلے کا حل نہیں! پھر اس مفروضے پر کبھی مشرقی علوم کے کالجی امتحانات تجویز کئے گئے لیکن کیا اس سے علوم عربیہ کے مقصد حصول کو کبھی بھی کوئی معتدبہ فائدہ پہنچا؟ ہماری رائے یہ ہے کہ نہیں —— اور کبھی یہ سوچا گیا کہ کیوں نہ اسلامی تعلیم کے مخمل میں انگریزی اور . . . . کالجی طریقہ "تعلیم" کے ٹاٹ کا پیوند لگا دیا جائے تاکہ عربی مدارس میں جاذبیت پیدا ہو سکے —— اور بدقسمتی سے یہ رو بھی دیکھا دیکھی چل نکلی ہے۔

لیکن اپنے قصور فہم کا اعتراف کرتے ہوئے بھی ہمیں اس میں تامل ہے اس لیے کہ :-

یہ دو زبانوں کا مسئلہ نہیں کہ تطبیق کے کسی بقراطی نسخے سے مرض کا علاج ہو سکے بلکہ مسئلہ دو مختلف المزاج واللوازم تعلیمی نظاموں کا ہے جن کے درمیان اتنا بُعد مسافت ہے کہ اُسے پاٹنا اتنا آسان نہیں جتنا سمجھ لیا گیا ہے۔

اگر ایک کا مقصد اصلی حکومت کی گاڑی چلانا، دفتری کاموں میں مہارت اور مادیات سے تعلق پیدا کرنا اور دنیوی خوش حالی کو مقصودِ زلیست بنانا ہے —— تو دوسرے کا نصب العین حق تعالیٰ کی رضا کے اسباب کا حصول، اُخروی فلاح و بہبود، اعلیٰ اخلاقی اقدار کا نشوونما قناعت کی زندگی اور اعتماد علی اللہ کی نعمت سے سرفرازی ہے۔

ایک تعلیم " رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی تعلیم سے دُوری کا سبب بنتی ہے تو —— دوسری سے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی محبت دلوں میں جاگزیں ہوتی ہے۔ اتباعِ سُنّت کا جذبہ ابھرتا ہے۔ ایک سے اپنے قابلِ فخر اسلاف سے رشتہ جڑتا ہے۔ دوسری سے حال و مستقبل کا فکر ذہن پر ایسا مستولی ہوتا ہے کہ اپنے ماضی، تابناک ماضی سے نفرت شروع ہو جاتی ہے۔

ظاہر ہے ایک مسلمان کے نقطۂ نظر سے اسلامی و عربی تعلیم کے یہ مقاصد بڑا اونچا مقام رکھتے ہیں۔ اس کے مقابلے میں "جدیدیت" کا طریقہ پست اور سفلی ہے۔

چنانچہ اس جدید نظام تعلیم" کی طرف لپکنے کا نتیجہ کیا نکلا ؟ یہی کہ "تشرع و تدین" کے فقدان کے باعث ہماری قوم کے جواہر پاروں میں جو " استعدادتِ مکنونہ" موجود تھیں وہ دینی شکل میں "جلوہ گر" نہ ہو سکیں۔ اور جیساکہ شاہ صاحب نے فرمایا "منافع جلیلہ" سے قوم محروم ہو گئی اور ہوتی جا رہی ہے۔ لائق خطیبوں کا قحط ہے! قابل مدرسین علوم عربیہ کا کال ہے۔ اچھے مصنف نہیں ملتے اور محققین علوم قرآن و حدیث عنقا ہوتے جا رہے ہیں۔ چند دن قبل تک چند چراغ ٹمٹمارہے تھے جو ہمارے دیکھتے ہی دیکھتے گل ہو کر ہمیں داغِ مفارقت دیئے چلے جا رہے ہیں۔

خوب سوچنے کی بات ہے کیا اس صورتِ حال سے پیدا ہونے میں حضرت شاہ صاحب کے بیان فرمودہ سبب کو دخل نہیں ؟ اس کو موضوع بنا کر غور و فکر نہ کیا جائے۔ اور ایسے ذرائع کو بروئے کار لانا چاہیئے کہ ملک کے ذہین و فطین افراد اور علمی خاندان دین کا علم عربی کے ذریعے بحیثیت دینی علم کے حاصل کرنا شروع کر دیں —— پھر دیکھیئے گا کہ یہ طریق کیسا مثمر برکات ہوتا ہے جیساکہ ہمارا شاندار ماضی اس پر شاہد عدل ہے ۔

یہ درست سہی کہ جاذبیت ہونی چاہیئے۔ اس کا انکار نہیں لیکن ہونی وہ ایسی چاہیئے جو دینی علوم اور مزاج سے مناسبت رکھتی ہو۔ عربی تعلیم و تعلم کی عمر تیرہ سو سال سے زیادہ ہے۔ کیا اس کا دامن جذب انجذاب سے خالی ہے کہ ہم مصنوعی طریقے تلاش کرتے پھریں اور تجربوں میں حیران و پریشان ہو کر وقت و مال کا ضیاع کریں۔

"فَبَشِّرْ عِبَادِ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ" (الزمر)

جسٹس مولانا محمد تقی عثمانی کراچی

# دینی مدارس اور جدید علوم

## بعض خوش نما تجاویز کا فکر انگیز تجزیہ

یہ آواز وقتاً فوقتاً مختلف حلقوں کی طرف سے اٹھتی ہی رہتی ہے کہ دینی مدارس کے نصاب میں نئے مضامین کا اضافہ ہونا چاہیے۔ اصولی طور پر ہم بعض مضامین کے اضافے کے حق میں ہیں، لیکن اس اضافے کی تفصیلات کے بارے میں عام طور سے جو بعض تجاویز زبان زد ہوتی جا رہی ہیں اُن سے ہمیں شدید اختلاف ہے۔

مثلاً بعض حلقے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ دینی مدارس کے طلباء کو اسلامی علوم کے علاوہ کوئی ایسا علم و فن یا صنعت و حرفت بھی سکھانا چاہیے جس کو وسیلۂ معاش بنا کر وہ اپنی روزی کما سکیں، اور دینی خدمات کسی معاوضے کے بغیر انجام دے کر کسی کے دست نگر نہ نہیں۔ چنانچہ اس ضمن میں کوئی صاحب دینی مدارس کے طلباء کو دست کاری سکھانے پر زور دیتے ہیں، کوئی صاحب انہیں گھڑی سازی سیکھنے کا مشورہ دیتے ہیں اور کوئی صاحب انہیں کتابت، جلد سازی یا اسی قسم کا کوئی اور کام سکھانا چاہتے ہیں۔

یہ مشورے خواہ کتنے خلوص کے ساتھ پیش کیے جاتے ہوں، بڑے بھاری مغالطے پر مبنی ہیں، اس قسم کی تجاویز پیش کرنے والے حضرات یہ سمجھتے ہیں کہ اگر کوئی دینی طالب علم فارغ التحصیل ہو کر کوئی دینی خدمت انجام دیتا ہے، اور معاشرہ اس کی معاشی ضروریات پوری کرتا ہے تو یہ اس کی خدمات کا صلہ نہیں، بلکہ مالی امداد ہوتی ہے، اور اسی وجہ سے ایسے شخص کو وہ "دوسروں کا دست نگر" قرار دیتے ہیں۔

حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ جو کوئی شخص معاشرے کی کوئی ضرورت پوری کرنے کے لیے اپنا وقت اور محنت صرف کرتا ہے تو فطری طور پر اس کی معاشی ضروریات پوری کرنا معاشرے کی ذمہ داری ہے، مثلاً ایک طبیب اگر علاج معالجے سے متعلق معاشرے کی خدمت کرتا ہے تو اس کی معاشی ضروریات وہی لوگ پوری کرتے ہیں جو اس سے علاج کراتے ہیں، اور یہ اس پر کوئی احسان نہیں ہوتا بلکہ اس کی خدمات کا وہ صلہ ہوتا ہے جس کی ادائیگی معاشرے کی ذمہ داری ہے۔ اسی طرح اگر کوئی عالم معاشرے کی دینی خدمات انجام دے رہا ہے، اور معاشرہ اس کی معاشی ضروریات پوری کرتا ہے تو سمجھ میں نہیں آتا کہ اُسے "دستِ نگر" کیوں سمجھا جاتا ہے؟

واقعہ یہ ہے کہ ایک مسلمان معاشرے کو جس طرح طبیبوں، ڈاکٹروں، وکلاء اور دوسرے ماہرینِ فن کی ضرورت ہے اسی طرح وہ ایسے لوگوں کی خدمات کا بھی محتاج ہے جو دین کا پورا علم رکھتے ہوں، اور ان سب کی خدمات سے مستفید ہونے کے لیے ان کی معاشی ضروریات کی تکمیل نہ اُن پر کوئی احسان ہے، اور نہ اس کی بنا پر انہیں دوسروں کا دستِ نگر کہا جا سکتا ہے۔ لہٰذا جس طرح ایک طبیب سے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ اپنی معاشی کفالت کے لیے کوئی دوسرا ہنر سیکھے، اسی طرح ایک علومِ دین کے طالب علم سے بھی اسی قسم کا مطالبہ قطعی طور پر ایک نامعقول مطالبہ ہے۔

اس میں شک نہیں کہ دینی خدمات انجام دینے کے لیے افضل اور بہتر طریقہ یہی ہے کہ ان پر کوئی معاوضہ وصول نہ کیا جائے، چنانچہ ہماری تاریخ کے ابتدائی دور میں بیشتر علماء ایسا ہی کرتے تھے، اور اب بھی ایسے حضرات نایاب نہیں، لیکن موجودہ دور میں زندگی اس قدر پیچیدہ ہو چکی ہے کہ اب یہ بات عملاً ممکن نہیں رہی کہ ایک شخص کسبِ معاش کے لیے کوئی مستقل پیشہ بھی اختیار کرے، اور پھر معاشرے کی دینی خدمات بھی تمام و کمال انجام دے۔ آج کا مشاہدہ تو یہ ہے کہ اپنا اور اپنے بچوں کا پیٹ پالنے کے لیے ہمہ وقتی محنت کی ضرورت ہوتی ہے، اور اس محنت سے فراغت کے بعد عموماً انسان اس قابل نہیں رہتا کہ قابلِ لحاظ دینی خدمت انجام دے سکے، لہٰذا اس دور میں ایسی اکا دکا مثالیں تو ہو سکتی ہیں، جو اپنے معاش کے لیے کوئی مستقل پیشہ اپنائیں اور فارغ اوقات میں دینی خدمت

انجام دیں، لیکن علماء کو بحیثیت مجموعی یہ مشورہ دینا کہ وہ تحصیلِ معاش کے لیے کوئی دوسرا ہنر سیکھیں، درحقیقت معاشرے کی دینی ضروریات کو معطل کر دینے کے مرادف ہوگا۔

یہی وجہ ہے کہ دینی مدارس کے نصاب میں اس قسم کی صنعتی تعلیم کا اضافہ ہماری نظر میں نہ صرف غیر ضروری، بلکہ مضر اور دینی مدارس کے اصل مقصد میں خلل انداز ہی ثابت ہوگا۔

---

بعض دوسرے حضرات یہ فرماتے ہیں کہ دینی مدارس کو ایسی یونیورسٹیوں میں تبدیل کر دینا چاہیے جن میں اسلامی علوم کے ساتھ ساتھ سائنس، کیمسٹری، انجینئرنگ اور دوسرے مروّجہ علوم کی اعلیٰ تعلیم کا انتظام ہو۔ لیکن یہ تجویز بھی حقائق کے صحیح تجزیے پر مبنی نہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ اگر ایک ڈاکٹر کے لیے علمِ قانون سے ناواقفیت اور ایک وکیل کے لیے میڈیکل سائنس سے ناواقفیت کوئی عیب نہیں اسی طرح اگر کوئی عالمِ دین سائنس، کیمسٹری اور انجینئرنگ سے ناواقف ہو تو یہ بات بھی چنداں قابلِ اعتراض نہیں ہونی چاہیے، جس طرح ایک انجینئر سے یہ مطالبہ نامعقول ہے کہ وہ ڈاکٹر بنے اسی طرح ایک عالمِ دین سے یہ مطالبہ بھی قطعی غلط ہے کہ اُسے سائنسدان بھی ہونا چاہیے۔

مرورِ ایام کے ساتھ مختلف علوم و فنون اس درجہ وسعت اختیار کر چکے ہیں کہ بیک وقت کئی کئی علوم میں اعلیٰ درجے کی مہارت حاصل کرنا تقریباً ناقابلِ عمل ہو چکا ہے۔ لہٰذا اس زمانے میں اس کے سوا چارہ کار نہیں کہ علوم کی کسی ایک شاخ کو اختیار کر کے اسی میں اختصاص پیدا کیا جائے اور جس طرح دنیا میں بہت سے ادارے کسی خاص علم و فن کے لیے مخصوص ہوتے ہیں، اسی طرح روایتی دینی مدارس بھی علومِ اسلامیہ میں اختصاص پیدا کرنے کے لیے قائم کیے گئے ہیں اور ان میں دنیا بھر کے تمام علوم و فنون کی تعلیم دینے کی تجویز ان اداروں کے مقصدِ وجود سے صرفِ نظر کرنے کے مرادف ہے۔

---

ان گزارشات کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم دینی مدارس کے نصاب میں کسی بھی قسم کا اضافہ نہیں چاہتے۔ ہم نے خود متعدد مرتبہ دینی مدارس کے نصاب و نظام پر جو گفتگو کی ہے اس میں بعض نئے مضامین کا اضافہ بھی شامل ہے۔ لیکن ہماری نظر میں یہ اضافہ صرف اُن مضامین کا ہونا چاہیے جن کی آج کے دور میں ایک عالمِ دین کو بحیثیت ایک عالمِ دین کے ضرورت ہے، اور جو اس کے تبلیغی، تعلیمی یا تحقیقی مقاصد میں براہِ راست مددگار اور مفید ہو سکتے ہیں۔

جہاں تک سائنس اور ٹیکنالوجی کا تعلق ہے، ایک عالمِ دین کے لیے اتنا کافی ہے کہ وہ اس شعبے کی عام ضروری معلومات رکھتا ہو، لیکن ان کو باقاعدہ پڑھنے اور سیکھنے کا اس کے اصل موضوع سے نہ براہِ راست تعلق ہے، اور نہ وہ اپنے موضوع کے ساتھ انصاف کرتے ہوئے ان مضامین کی معتدبہ تعلیم و تربیت حاصل کر سکتا ہے، چنانچہ ہماری نظر میں دینی مدارس کے لیے اتنا کافی ہے کہ وہ کسی ایک سال میں سائنس کے مبادی اور ضروری معلومات کے لیے کوئی ایک پرچہ رکھ دیں۔

البتہ بعض مضامین ایسے ہیں جن سے آج کے دور میں ایک عالمِ دین کو اچھی خاصی واقفیت ہونی چاہیے، اور ان سے ناواقفیت بسا اوقات اس کے تبلیغی، اصلاحی اور تحقیقی کاموں میں رکاوٹ بن جاتی ہے۔ مثلاً جدید فلسفہ اور جدید نظام ہائے فکر کا تقابلی مطالعہ، کیونکہ اس موضوع کی کافی معلومات کے بغیر عہدِ حاضر کے افکار کی تنقیح اور ان پر مؤثر تبصرہ مشکل ہے۔

اسی طرح معاشیات، ایک ایسا علم ہے جس کی ایک عالم اور بطورِ خاص مفتی کو بکثرت ضرورت پیش آتی ہے، عہدِ حاضر میں جو معاملات رائج ہیں ان کی حقیقت تک پہنچنے، اور ان میں سے جو معاملات شرعاً ناجائز ہیں ان کا متبادل راستہ تجویز کرنے کے لیے معاشیات و مالیات کا معتدبہ مطالعہ انتہائی مفید اور ایک فقیہ کے لیے نہایت معاون ثابت ہوگا۔ نیز "اصولِ قانون" ( ) بھی ایک ایسا موضوع ہے جس کا مطالعہ علماء کے لیے اپنے تبلیغی اور تحقیقی کاموں میں نہایت مددگار



(باقی ۴۲ پر)

مولانا محمد اسحٰق جلیس ندوی مرحوم

# دینی مدارس اور ان کی خصوصیات

ہمارے ملک میں دینی مدارس کے تعلیمی سال کا آغاز ماہ شوال سے ہوتا ہے۔ ہندو پاک میں سینکڑوں چھوٹے بڑے عربی مدارس ہیں ان عربی مدارس کی اہم خصوصیت یہ ہے کہ ان کے مصارف کا بار اس ملک کے وہ دیندار مسلمان برداشت کرتے ہیں جن کی اکثریت غریب و پسماندہ ہے۔ اعلیٰ معیارِ زندگی اور معاشی خوشحالی کے لیے مسلسل تگ و دو اس دور کا عام مزاج بن گیا ہے، اس ریس میں ادارے اور اشخاص ایک دوسرے سے سبقت لے جانے میں ہمہ تن مصروف ہیں ایسے مادی دور میں مادی وسائل، حکومت کی اعانت اور مالی استحکام سے بے نیاز دینی مدارس بلا مبالغہ قناعت، قربانی، استغناء اور توکل علی اللہ کے مراکز ہیں۔

جہاں آدم گری اور مردم سازی کا کام ہوتا ہے۔

جہاں علم کی لذت اور اس کی خدمت کا جذبہ پیدا کیا جاتا ہے۔

جہاں خدا شناسی کی تعلیم اور اعلیٰ مقصدِ زندگی کی رہنمائی ملتی ہے۔

جہاں شکم و تن کے محدود دائرے سے نکل کر صحیح مقصدِ زندگی اور زندگی بعد موت کی بیکراں وسعتوں سے آشنا کیا جاتا ہے۔

جہاں سے نکلنے والے تخریب کاری اور بے راہ روی سے ملک و سماج کے لیے مسئلہ نہیں بنتے۔

جہاں سے انسانیت کو اپنے درد کے درماں اور مرض کے چارہ ساز ملتے ہیں۔

جہاں تعلیم پانے والے ان ڈگریوں کو لے کر نہیں نکلتے جو مادی ترقی اور معاشی خوشحالی کے لیے برائے نام ضمانت ہوتی ہیں البتہ وہ قناعت، قربانی، زہد و توکل کی اس دولت سے مالا مال ہوتے ہیں ——— جس کا آج کے مادی نظامِ تعلیم میں وجود نہیں ہے۔ ان کا جذبۂ ایثار و قربانی زندگی کے ہر موڑ پر انہیں متوازن و توانا رکھتا ہے۔

ان دینی مدارس نے عام انسانیت کی خدمت کے علاوہ ملت کے امتیاز اور دینی مزاج کے تحفظ و بقا میں وہ کردار ادا کیا ہے جو بڑی سے بڑی حکومت اور بہتر سے بہتر وسائل و دولت سے حاصل نہیں ہو سکتا تھا۔ ملت کے کروڑوں افراد اور ان کی آنے والی نسلوں کو دینی زندگی، خدا اور اس کے رسول سے وابستگی اور مساجد کی آبادی میں دینی مدارس کے فضلاء کی کوششوں کو بڑا دخل ہے۔ اسلامی تہذیب اور اس کے آثار کے قیام و بقا میں ان مدرسوں اور ان کے بوریہ نشین اساتذہ اور طلبہ کا کتنا زبردست حصہ ہے اس کا اندازہ حکیمِ مشرق ڈاکٹر اقبال رح کے درج ذیل اقتباس سے ہو سکتا ہے۔

حکیم احمد شجاع اپنی کتاب "خوں بہا" حصہ اول صفحہ ۴۳۹ پر رقمطراز ہیں۔

"لاہور آ کر میں نے پاک پتن شریف (منٹگمری) کے مسلمانوں کی یہ نفسیاتی کیفیت اور اپنے ان احساسات کی روداد ڈاکٹر محمد اقبال رح کو سنائی۔ وہ پہلے تو حسبِ عادت میری باتیں غور سے سنتے رہے، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ انہیں میرے احساسات سے ہمدردی ہے، پھر آنکھیں بند کر کے سوچنے لگے، جب میں اپنی کہانی سنا چکا تو فرمایا:-

"جب میں تمہاری طرح جوان تھا تو میرے قلب کی کیفیت بھی ایسی تھی۔ میں بھی وہی چاہتا تھا جو تم چاہتے ہو۔ انقلاب ——— ایک ایسا انقلاب جو ہندوستان کے مسلمانوں کو مغرب کی مہذب اور متمدن قوموں کے دوش بدوش کھڑا کر دے"

پھر علامہ اقبال نے فرمایا:-

ان مکتبوں (مدارس) کو اسی حالت میں رہنے دو۔ غریب مسلمانوں کے بچوں کو انہی مدرسوں میں پڑھنے دو۔ اگر یہ مولوی اور درویش نہ رہے تو جانتے ہو کیا ہوگا؟ جو کچھ ہوگا میں انھیں اپنی آنکھوں سے دیکھ آیا ہوں۔ اگر ہندوستان کے مسلمان ان مدرسوں کے اثر سے محروم ہو گئے تو بالکل اسی طرح جس طرح اندلس (اسپین) میں مسلمانوں کی آٹھ سو برس کی حکومت کے باوجود آج غرناطہ اور قرطبہ کے کھنڈر اور الحمرا اور بابُ الاخوتین کے نشانات کے سوا اسلام کے پیروؤں اور اسلامی تہذیب کے آثار کا کوئی نقش نہیں ملتا ہندوستان میں بھی آگرے کے تاج محل اور دلی کے لال قلعے کے سوا مسلمانوں کی

آٹھ سو سالہ حکومت اور ان کی تہذیب کا کوئی نشان نہیں ملے گا۔"

دنیا جانتی ہے کہ ڈاکٹر اقبال رحؒ کسی عربی مدرسہ کے فارغ التحصیل عالم اور کسی مکتب کے مُلّا نہیں تھے، دینی مدارس کے سلسلہ میں ان کے یہ چند جملے ان کے وسیع مطالعہ اور تجربات اور گہرے غور و فکر کا نتیجہ ہیں۔

یہ تحریر آج بھی ان لوگوں کو دعوتِ غور و فکر دیتی ہے جو دینی مدارس کی افادیت کے قائل نہیں۔

ان مدارس کی ایک اور اہم خصوصیت عام طور پر نظر انداز کر دی جاتی ہے وہ یہ کہ ان مدارس میں آنے والے طلبہ کی اکثریت معاشی اور معاشرتی پسماندگی کا شکار ہوتی ہے، یہ مدارس ان غریب طلبہ کی نہ صرف مفت تعلیم کا اہتمام کرتے ہیں بلکہ ان میں سے نوے فی صد طلبہ کے طعام و قیام کا بھی مفت انتظام کرتے ہیں، اس سہولت کی وجہ سے ایک غریب کاشتکار یا مزدور کا بچہ بھی علم کی نعمت اور سماجی شعور سے بہرہ ور ہو جاتا ہے اور پھر اس کی نسلوں میں تعلیم و تربیت کا سلسلہ جاری رہتا ہے عربی مدارس کا عام سماجی زندگی پر تنہا یہ احسان ایسا ہے کہ اس کا اعتراف ہر باشعور اور غیر متعصب انسان کو ہونا چاہیے۔

دینی مدارس کی اہمیت و افادیت کا یہاں ہم نے ذکر کیا وہیں ؎

"خوگرِ حمد سے تھوڑا سا گلہ بھی سن لے"

دینی مدارس اور ان کے کارپرداز اس پہلو پر بھی غور فرمائیں کہ ہمارا یہ نظامِ تعلیم وہ برگ و بار بھی لائے جو اس سے متوقع ہیں یا بہتر نتائج میں کسی طرح کمی پیدا نہ ہو، ہمارے مدارس کے فضلاء ملک و معاشرے اور عالم انسانیت پر اپنے علمی تفوق، بلند اخلاق، وسیع مطالعہ، دینداری اور خدا شناسی سوجھ بوجھ اور زندگی کے تمام گوشوں میں رہنمائی اور قیادت کا نقش قائم کریں۔ ان صفات سے دینی مدارس کے طلبہ کو آراستہ کرنے کے لیے ہمیں اپنے نظام تربیت کا ہر وقت جائزہ لینا اور نصاب تعلیم میں بوقت ضرورت ترمیم و اصلاح کرنا ضروری ہے۔ ہمارے اسلاف نے ہر دور میں وقت کے فتنوں اور تقاضوں کو پیشِ نظر رکھ کر اپنے نظامِ تعلیم کو ڈھالا تھا، عربی مدارس کے طلبہ میں ذہنی اور اخلاقی بلندی پیدا کرنے اور احساس کمتری کو دور کرنے کے لیے ہر وہ تدبیر عمل میں لانا چاہیے جس کی شریعت میں گنجائش ہو۔

وسیع القلبی، بلند نظری اور ملت و انسانیت کے وسیع تر مفاد کا شعور طلبہ میں پیدا کرنے کے لیے ہر ممکن جائز تدابیر عمل میں لانا چاہیے۔

زمانۂ طالب علمی میں زیادہ سے زیادہ محنت اور مجاہدہ، صفائی اور سلیقہ اور انتظامی امور کو بحسن و خوبی انجام دینے کی انہیں تربیت دینی چاہیے۔

یہ اُمت "اُمتِ دعوت" ہے، یہ امت "خیر امت" ہے اس کا حقیقی نمائندہ بننے کا جذبہ دینی مدارس کے ہر طالب علم میں پیدا کرنا چاہیے۔ کیونکہ یہی وہ گروہ ہے جس کی نشاندہی قرآن مجید نے کی ہے

فلولا نفر من کل فرقۃ منھم طائفۃ لیتفقھوا فی الدین ولینذروا قومھم اذا رجعوا الیھم لعلھم یحذرون۔

(التوبۃ) (سو کیوں نہ نکلا ہر فرقہ میں سے اُن کا ایک حصہ تاکہ سمجھ پیدا کریں دین میں اور تاکہ ڈرائیں اپنی قوم کو جبکہ لوٹ کر آئیں ان کی طرف تاکہ وہ بچتے رہیں) (شکریہ "تعمیرِ حیات" لکھنؤ)

# اطلاعات و اعلانات

## تبلیغی اجتماعات

۱:۔ مرکزی جامع مسجد اہل حدیث بستی چھینہ تحصیل جام پور ضلع راجن پور میں تیسری سالانہ اہل حدیث کانفرنس ۱۷، ۱۸ مئی (جمعہ۔ ہفتہ) کو منعقد ہو رہی ہے۔ جس میں مقامی اور ضلعی علمائے کرام خطاب فرمائیں گے۔ (نوٹ) باہر سے آنے والے احباب کے لیے کھانے کا انتظام ہوگا (جمعیت طلباء اہلحدیث جام پور)

۲:۔ مرکزی جامع مسجد اہل حدیث بستی میرانپور ضلع مظفر گڑھ میں ۱۳ مئی بروز پیر منعقد ہو رہی ہے۔ جس میں جید علمائے کرام خطاب فرمائیں گے۔ (جمعیت طلباء اہل حدیث میرانپور ضلع مظفر گڑھ)

۳:۔ ۲۰ شعبان ۱۱ مئی بروز ہفتہ بعد از نماز عشاء جامع مسجد اہل حدیث محلہ محبت میں ایک جلسہ منعقد ہو رہا ہے جس میں فاضل علماء کرام خطاب فرمائیں گے۔ (کرامت اللہ فاروق جامع مسجد اہل حدیث کٹھہ محبت والا ضلع اوکاڑہ)

۴:۔ جامعہ ثنائیہ منڈیالہ تیگہ ضلع گوجرانوالہ میں ۱۱ مئی ۱۹۸۵ء بروز ہفتہ بعد نماز عشاء جلسہ ہوگا جس میں جید علمائے کرام خطاب فرمائیں گے۔ اسی روز جمعیت اہل حدیث تحصیل گوجرانوالہ شمالی حلقہ ۱۹ ہنڈو کی ایک اہم میٹنگ ظہر تا عصر جامعہ ہذا میں ہوگی جس میں تحصیل و حلقہ بھر کے تمام علماء و معززین اہل حدیث کا بروقت تشریف لانا ضروری ہے (مولانا) غلام رسول گھرجاکھی خطیب منڈیالہ تیگہ ضلع گوجرانوالہ)

## دورۂ تفسیر القرآن

امسال انشاء اللہ تعالیٰ مدرسہ دار الحدیث محمدیہ رجسٹرڈ ملتان میں دورہ تفسیر القرآن ۱۶ شعبان سے ۲۰ رمضان المبارک تک ختم کیا جائے گا۔ جو شخص تفسیر القرآن پڑھنے اور سمجھنے کے قابل ہو داخلہ لے سکتا ہے۔ فارغ التحصیل علماء کے لیے مدرسہ کی طرف سے سندات جاری کی جائیں گی۔ قیام، طعام، سحری و افطاری کا معقول انتظام ہوگا۔ شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب صدر مدرس مدرسہ ہذا دورہ تفسیر القرآن پڑھائیں گے (مولانا کریم بخش ناظم و اراکین انتظامیہ دار الحدیث محمدیہ رجسٹرڈ باغ عام خاص ملتان شہر)

## مولانا حبیب الرحمن یزدانی صاحب کو صدمۂ عظیم

احباب جماعت کے لئے یہ خبر یقیناً غم واندوہ کا باعث ہوگی کہ مولانا حبیب الرحمن یزدانی صاحب (کاموکی) کا تین سالہ اکلوتا بیٹا ۲۸ اپریل ۸۵ء کی شب انتقال کر گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یاد رہے کہ یہ بچہ چھ بہنوں کا اکلوتا برادر خورد اور والدین کے لیے متاع گراں بہا تھا۔ مولانا یزدانی کو یہ صدمۂ عظیم بلاشبہ تقدیر الٰہی کے تحت پیش آیا مگر اس کے پس پردہ ایک شقی القلب اور دشمنانِ یزدانی کی سازش کے آلۂ کار خودساختہ معالج کی بھی کارفرمائی ہے جس کی تفصیل ہم دوسری جگہ دے رہے ہیں۔ ہم خود بھی اور اپنے قارئین سے بھی استدعا کرتے ہیں کہ وہ صمیم قلب سے دعاء فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مرحوم بیٹے کو لواحقین کے لیے ذخیرۂ آخرت بنائے اور ان کو اس کا نعم البدل عطا فرمائے آمین (ادارہ)

## انتقال پُر ملال

کوئٹہ (بلوچستان) کی جمعیت اہل حدیث کے سرگرم کارکن جناب حاجی محمد اسحاق کھوکھر ۲۸ اپریل بروز اتوار حرکت قلب بند ہونے سے وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ادارہ الاعتصام کوئٹہ کی جماعت اور مرحوم کے پسماندگان کے غم میں برابر کا شریک ہے۔ مرحوم کے رفع درجات اور پسماندگان و مقامی جماعت کے لیے صبر جمیل کی دعا کرتا ہے (ادارہ)

## تبلیغی لٹریچر

۱ - پنجابی منظوم کلام "مسلک اہل حدیث" "مذہب اہل حدیث" اور مولانا شہاب الدین ثاقب زیروی کا "عقیدہ اہل حدیث" — پندرہ روپے سینکڑہ میں منگوا کر اپنے علاقہ میں تقسیم کریں۔ (جمعیت اشاعت التوحید والسنۃ پاکستان ۴۲۵ - بی سیٹلائٹ ٹاؤن - گوجرانوالہ)

۲ - امیر حزب اللہ پروفیسر کمال عثمانی صاحب کی شرک و بدعت کے رد میں لکھی گئی کتاب "صنم پتھر کے" جنتیوں کا بنیادی عقیدہ، شیخ احمد کا جعلی وصیت نامہ، حکومت قطر کا حکم نامہ، حکومتِ پاکستان کے لئے لمحۂ فکریہ، تبلیغی بھائیوں سے مخلصانہ درخواست، حزب اللہ کا نصب العین اور جنتیوں کا خرد، تین روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر منگوائیں (جمشید خاں کارکن حزب اللہ توحید گلی گاؤں وڈاکخانہ بہادر خان تحصیل وضلع اٹک)

## مدرسہ میں داخلہ

جامع مسجد سعد بن ابی وقاصؓ فیز ۵ کمرشیل اسٹریٹ ۱۱ ڈیفنس ہاؤسنگ سوسائٹی میں مدرسہ تعلیم القرآن مجید حفظ و ناظرہ رہائش و طعام کے معقول انتظام کے ساتھ شروع ہو گیا ہے۔ داخلہ کے لیے مرکزی جامع مسجد اہلحدیث کورٹ روڈ کراچی ۱ سے رجوع فرمائیں (سعید احمد رکن انتظامیہ کمیٹی)

## ضرورت قاری

جامع مسجد منار الہدیٰ اہلحدیث لاہور کے لئے ایک خوش الحان حافظ اور قاری کی ضرورت ہے۔ خدمت معقول ہو گی۔ درج ذیل پتہ پر جلد رابطہ قائم کریں (حافظ زبیر احمد ظہیر ناظم جامع مسجد منار الہدیٰ اہل حدیث و مدرسہ عمر بن عبدالعزیز فردوس مارکیٹ گلبرگ ۳ لاہور (فون ۸۷۳۴۳۴)

## ضروری وضاحت

الاعتصام یکم فروری ۸۵ء کے شمارے میں مولانا حافظ علی محمد صاحب امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ضلع فیصل آباد نے ہفت روزہ اہلحدیث لاہور کے ۳۰ نومبر ۸۴ء کے شمارے میں شائع ہونے والے ایک اعلان کی تردید کرتے ہوئے وضاحت کی تھی کہ ان کے چک ۵۳ گ ب منصور پور تحصیل جڑانوالہ میں نہ کوئی طالبات کی درس گاہ ہے اور نہ وہ اس کے سرپرست ہیں۔ اب اس مدرسہ کی ناظمہ محترمہ بیگم مولانا عبدالستار نے حافظ صاحب کی تردید کرتے ہوئے لکھا ہے کہ چک ۵۳ گ ب منصور پورہ میں مدرسہ دراسۃ الاسلامیہ للبنات نہ صرف قائم ہے بلکہ ان کے پاس امیر مرکزیہ مولانا معین الدین لکھوی صاحب، ناظم مرکزیہ میاں فضل حق صاحب، مولانا محمد حسین صاحب شیخوپوری اور مقامی نمبرداران وغیرہ کی تصدیقات موجود ہیں۔ مدرسہ میں تقریباً ۵۵ طالبات زیر تعلیم ہیں جن کا امتحان ۲ مئی سے شروع ہے (یہ امتحان موجودہ شمارے کی اشاعت تک ہو چکا ہو گا) ● کسی ادارے کی تردید کرنے والے حضرات تحقیقات کرنے کے بعد اعلان روانہ کیا کریں اور اپنی تصدیقیں پیش کرنے والے ادارے اپنی دستاویزات کی نقول اور علاقے کے اکابرین جمعیت کی تصدیق روانہ فرمایا کریں (ادارہ الاعتصام)

## بقیہ: دینی مدارس اور جدید علوم

ثابت ہو سکتا ہے۔

یہ چند وہ علوم ہیں جن کے ذریعے اہل علم اپنی بات کو زیادہ مؤثر، زیادہ وزنی اور عہدِ حاضر کے لیے زیادہ قابلِ فہم بنا کر پیش کر سکتے ہیں، اور ان سے ان کے دینی، تبلیغی اور تحقیقی کام میں بے حد مدد مل سکتی ہے۔

اگر دینی مدارس کے بنیادی نصاب، اور اس کے اصل مزاج و مذاق کو برقرار رکھتے ہوئے ان مضامین کا اضافہ کیا جائے تو ہمیں ایسے اضافے پر نہ صرف کوئی اعتراض نہیں، بلکہ ہم اس کی پوری قوت سے حمایت کرتے ہیں۔ بس شرط یہ ہے کہ کسی بھی مرحلے پر دینی مدارس کی اصل روح اور ان کا مزاج و مذاق جو سیرۃ و صورۃً اتباعِ سنت پر مبنی ہے۔ مجروح نہ ہونے پائے۔ اس غرض کے لیے دینی مدارس کے تجربہ کار اساتذہ کسی وقت سر جوڑ کر بیٹھیں تو اس کی عملی تدابیر متعین کی جا سکتی ہیں۔ وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغ۔

(بشکریہ "البلاغ" کراچی جولائی ۱۹۷۸ء)

PHONE 54406 WEEKLY AL-AITISAM LAHORE RL.NO. 5523
10.5.85

طابع: چوہدری عبدالباقی نسیم ● مطبع: اومنی پرنٹرز، لاہور ● ناشر: محمد عطاء اللہ حنیف ● مقامِ اشاعت: شیش محل روڈ، لاہور